ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

جون ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جون ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

فہرست

جلد نمبر ۲۹
شمارہ نمبر ۶

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ
کتابت:۔ حمید الدین

شرح چندہ

پاکستان ——— بیس روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ : دو روپے

اداریہ

..... اے دیدۂ وا!

قرآن کریم بلاریب تکوینِ ملّت، اتمامِ نعمت اور تعیینِ صراط کا ابدی پیام ہے اور اس میں ہر مذہب و ملّت کا انسان جتنا غور و فکر سے کام لے گا ابدی حقائق اور بدیہی صداقتوں سے بہرہ ور ہوتا جائے گا اور عارف باللہ تو اس بحرِ بیکراں سے دقائق و معارف کے موتیوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ یہ قیامت تک کے لئے آخری شریعت ہے اور اسی لحاظ سے قیامت تک ہر آنے والے زمانے کا نقشہ ایسے واضح رنگ میں کھینچتی ہے کہ ہر دیدۂ بینا کے لئے اس میں عبرت و موعظت کے سامان ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے ابتداء سے خریطۂ امم میں صرف دو رنگ بھرے ہیں ایک اکثریت کا رنگ ہے اور دوسرا اقلیت کا رنگ۔ اور ان دونوں رنگوں کی خصوصیات پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ جہاں تک اکثریت کے رنگ کا تعلق ہے یہ ناشکری، جہالت، بے ایمانی، فسق اور کفر کے امتزاجی قرص سے پیدا ہوا ہے چنانچہ قرآن کریم میں اکثریت کا کثرت سے ذکر آیا اور جہاں آیا ہے اِلّا ماشاء اللہ منفی اور تخریبی رجحانات کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً

اکثر النّاس لا یشکرون	کم و بیش	: ۶ بار
اکثر النّاس / ھم لا یعلمون	〃	: ۲۵ بار
اکثر النّاس لا یؤمنون اور اسی مفہوم کی اور آیات		: ۱۳ بار
اکثرھم فاسقون 〃 〃 〃 〃		: ۹ بار
اکثرھم لا یعقلون	کم و بیش	: ۳ بار

اکثرھم الکافرون، اکثرھم یجھلون، کان اکثرھم مشرکین

ان کثیرًا من النّاس عن اٰیاتنا لغافلون

کثیرًا منھم ساء ما کانوا یعملون

گویا ہر زمانہ میں اکثریت کی ایک خاص ڈگر رہی ہے جس کا اظہار قرآن کریم نے اپنی بیشتر سورتوں میں واضح رنگ میں کیا ہے۔

دوسرا رنگ اقلیت کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان، شکر گزاری اور علمیت کا علمبردار بنایا ہے۔ فرمایا

وما اٰمن معہٗ اِلّا قلیل —— وقلیل من عبادی الشکور

فقلیلًا ما یؤمنون کم و بیش : ۲ بار

فلا یؤمنون اِلّا قلیلًا 〃 : ۲ بار

قلیلًا ما تذکّرون : ۴ بار

قلیلًا ما تشکرون : ۴ بار

ولا یذکرون اللہ اِلّا قلیلًا —— وما اوتیتم من العلم اِلّا قلیلًا —— لا یفقھون اِلّا قلیلًا

گویا اقلیت مثبت رنگ میں ان تمام صفات کا مرقع ہے جن سے اکثریت عاری ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ کلام ابدی ہے اور اس میں بیان شدہ قوانین اٹل اور غیر مبدل ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی زمانہ میں یہ اپنی اصلیت کھو بیٹھیں۔ زمین و آسمان تو ٹل سکتے ہیں لیکن قرآن کریم کی بیان کردہ ابدی صداقتیں نہیں ٹل سکتیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کیا آخری زمانہ میں اُمّتِ محمدیہ بھی انہی دو رنگوں سے رنگین ہوگی اور کیا اکثریت اور سوادِ اعظم قرآن کریم کے اس بیان کردہ اصول کی نفی کر دے گا تو آیئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتّر فرقے دوزخی والی حدیث کے علاوہ کتاب اتحاف الجماعۃ کے یہ اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

- "اہلِ حق موصوف جہاں کہیں بھی ہوں گے جماعت اور سوادِ اعظم کی صفات سے متّصف ہوں گے اگرچہ وہ اقلیت میں ہی ہوں"۔
- ابو شامہ کہتے ہیں "حق کو حرزِ جان بنانے والے اقلیت میں ہی ہوتے ہیں جبکہ اس کے مخالف اکثریت میں ہوتے ہیں ..... اس وقت اہلِ باطل کی کثرت کی طرف دھیان نہ دینا"۔
- ابنِ قیّم رح کہتے ہیں "خدا کی قسم جب زمانہ میں ایک سُنّتِ نبویہ کی معرفت رکھنے والا ہو اور اس کی طرف پکارے پس وہی حجت ہے۔ وہی اجماع ہے اور وہی سوادِ اعظم ہے"۔
- اسحٰق نے کہا "اگر جاہل لوگ تم سے استفسار کریں کہ سوادِ اعظم کیا ہے اور وہ جاہلیت کی

"ہر ایک شخص کا صدق اُس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے"
(حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

بناء پر لوگوں کی اکثریت کو سوادِ اعظم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جماعت سے مراد وہ عالمِ اجل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کو اختیار کرنے والا اور اُسی کی سُنّت کی پیروی کرنے والا ہو اس کو اور اس کے متبعین کو جماعت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

(اتحاف الجماعۃ مصنّفہ حمود بن عبداللہ التویجری
الجزء الاوّل باب افتراق هٰذه الامّة)

ایک خوف یہ ہے کہ کیا علماء کی ایک کثیر تعداد غلطی خوردہ ہے تو موجودہ زمانہ کے اخبارات و رسائل کے علاوہ بزرگانِ سلف کی آراء بھی سماعت فرماویں :۔

"وَاِذَا خَرَجَ هٰذَا الْاِمَامُ الْمَهْدِیُّ فَلَیْسَ لَهٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ خَاصَّةً فَاِنَّهٗ لَا یَبْقٰی لَهُمْ رِسَالَةٌ وَّلَا تَمِیْزٌ عَنِ الْعَامَّةِ۔"

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۴)

جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کے لئے کھلا کھلا دشمن علماءِ خاص سے بڑھ کر اور کوئی نہ ہوگا کیونکہ ان کا اثر و رسُوخ جاتا رہے گا اور نہ ہی عوام سے امتیاز ہوگا۔

"مہدی اپنے احکام و فیصلوں میں علماءِ زمانہ کے خیالات کی مخالفت کرے گا جس سے وہ ناراض ہو جائیں گے۔"

(النجم الثاقب جلد اوّل صفحہ ۸۶)

"علماءِ وقت کہ خوگر تقلید و اقتداء آباء خود باشند گویند این مرد خانہ برانداز دین و ملّت ماست بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وی کنند۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳)

یعنی علماءِ وقت جو کہ اپنے آباء و اجداد کے رسم و رواج کی تقلید کے دلدادہ ہیں کہیں گے یہ شخص ہمارے مذہب و ملّت کو تباہ کرنے والا ہے اور مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوں گے اور سُنّتِ مستمرہ کے تحت اس امام کی تکفیر و تضلیل کریں گے۔

"علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے اور بعض اہلِ دول اس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے اور تمام نام کے ہی مسلمان ہوں گے۔" (الصراط السوی صفحہ ۵۰۳) (باقی صفحہ ۲۴ پر)

"جھوٹ کے خلاف اور سچ کی حفاظت کے لئے جہاد شروع کریں"
(حضرت امام جماعت احمدیہ)

امام الکلام

ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے

"تمام تر کوششیں اِس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دُنیا میں پھیلیں اور محبّتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوُا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اِس عاجز کی دعاؤں اور اِس ناچیز کی توجّہ کو اُن کی پاک اِستعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اسی قدوس جلیل الذّات نے مجھے جوش بخشا ہے تا مَیں ان طالبوں کی تربیتِ باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کیلئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبّت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ رُوح القدس طلب کروں جو ربوبیّتِ تامہ اور عبودیّتِ خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور رُوحِ خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امّارہ اور شیطان کے تعلقِ شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو مَیں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سُست نہیں رہوں گا ..... اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ رُوحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح اُن کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخلِ سِلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا .....

وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے کہ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے دُنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے .....

ہمیشہ قیامت تک ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیّت اور نصرت دی جائے گی اس ربِّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر یک طاقت اور قدرت اُسی کو ہے۔"

(روحانی خزائن جلد سوم (ازالہ اوہام) صفحہ ۵۶۲، ۵۶۳)

کلام الامام

ترقّی کا بڑا ذریعہ

"انسانی ترقّی کا بڑا ذریعہ انسان کے ذاتی اخلاق ہوتے ہیں جس سے وہ واحد شخص خود اپنے نفس میں سُکھ پاتا ہے اور امن اور آرام کی زندگی بسر کرتا ہے مثلاً اگر وہ کسی کی نعمت دیکھ کر حسد نہیں کرتا تو اس سوزش اور جلن سے محفوظ رہتا ہے جو کہ حاسد کے دل کو ہوتی ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو دیتا ہے تو یہ طمع نہیں کرتا تو اس عذاب سے بچا رہتا ہے جو کہ طمع کرنے سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اخلاقِ فاضلہ حاصل کرتے ہیں وہ جزع فزع، شہوت اور غضب کے تمام دُکھوں اور آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ ذاتی سُکھ کے ذرائع اخلاقِ فاضلہ ہیں یہ بھی ایک فضل کی قسم ہے جو کہ انسان کو حاصل ہوتا۔ لیکن اس سے وہ نتائج مرتّب نہیں ہوتے جو اکٹھا ہونے سے ہوتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ایسی فضل کی بہت قسمیں ہیں۔ اکیلے پر وہ فضل نہیں ہوتا ہے جو کہ دو کے ملنے پر ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال دُنیا میں موجود ہے کہ اگر مرد اور عورت الگ الگ ہوں اور وہ اس فضل کو حاصل کرنا چاہیں جو کہ اولاد کے رنگ میں ہوتا ہے تو وہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دونوں نہ ملیں اور ان تمام آداب کو بجا نہ لاویں جو کہ حصولِ اولاد کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح ایک بھاری جماعت پر جو فضلِ الٰہی ہوتا ہے وہ چند آدمیوں کی جماعت پر نہیں ہو سکتا...... وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وحدت کی رُوح کو جو کہ صحابہ کرامؓ میں پھونکی گئی تھی اس کو خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے۔ اس وحدت کے پیدا ہونے کے لئے چاہیئے کہ آپس میں صبر اور تحمّل اور برداشت ہو...... پس اگر تم کوئی طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو اور مخلوق کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہو تو صبر اور تحمّل سے کام لو اور تنازع مت کرو۔"

(خطباتِ نور حصّہ دوم صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۵)

عربی منظوم کلام

قَوَافٍ تَزِيدُ السَّامِعِينَ اشْتِيَاقَكُمْ　　اِذَا اَنْشَدُوهَا نَحْوَ اعْتَابِكُمْ يُصْبِي

یہ ایسے اشعار ہیں کہ جب پڑھے جائیں گے تو سامعین کے دلوں میں اشتیاق پیدا کریں گے پھر وہ شوق حضور کی آستان بوسی کی طرف انہیں مائل کرے گا

اَحِنُّ اِلَيْكُمْ وَالدِّيَارُ بَعِيدَةٌ　　وَشَوْقُ لِقَاءٍ يُنْجِدُ الْعَيْنَ بِالسَّكْبِ

مَیں آپ کا مشتاق ہو رہا ہوں ملک بہت دُور ہے اور شوقِ ملاقات میں میری آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں

تَهُزُّ النَّسِيمُ الْقَلْبَ حِينَ هُبُوبِهَا　　كَهَزِّ لِسَانٍ بِالثَّنَا دَائِمًا رَطْبِ

جب نسیم چلتی ہے میرے دِل کو جُنبش دے جاتی ہے جس طرح میری زبان حضورؐ کی مدح و ثنا میں ہمیشہ حرکت کرتی رہتی ہے

سِقَامٌ وَبُعْدٌ ثُمَّ عُذْرٌ وَوَحْدَةٌ　　فَكَيْفَ الْحُدُورُ السَّهْلُ فِي الْمُرْتَقَى الْعَصْبِ

بیماری، دُوری، عذر اور تنہائی اور اس پر دُشوار گذار بیابان اور کٹھن منزلیں میری راہ میں حائل ہو رہی ہیں

بِمَقْدَمِكَ الْمَيْمُونِ طَابَتْ بَشَارَةً　　وَاسْفَرَتِ الدُّنْيَا لِكُلِّ اَخِي لُبِّ

حضورؐ کے قدومِ مبارک سے دُنیا بشارت پاکر خوش ہوگئی ہے اور عقلمندوں کو روشن نظر آنے لگی ہے

وَزَالَتْ بِهَا الْاَتْرَاحُ عَنْ قَلْبِ مُكْمَدٍ　　وَقَامَ بِهِ دَاعِي الْمَسَرَّةِ وَالرَّحْبِ

اس بشارت کو پاکر آزردہ دلوں کے رنج دُور ہوگئے اور بجائے اس کے دلوں میں خوشی اور فراخی کے ولولے پیدا ہوگئے

فَلَا زِلْتَ لِلْاِسْلَامِ عَوْنًا وَّعِزَّةً　　يَهَابُكَ مَنْ يَابَاهُ فِي الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

میری دعا ہے کہ حضور اسلام کے مددگار اور باعثِ عزّت رہیں اور منکرانِ اسلام شرق و غرب سے آپ سے خوف کھاتے رہیں

(روحانی خزائن جلد چہارم صفحہ ١٤٩، ١٥٠)

فارسی منظوم کلام

عیش دُنیائے دوں دمے چند است — **آخرش کار با خداوند است**

اِس ذلیل دُنیا کا عیش چند روزہ ہے — بالآخر خدا تعالیٰ سے ہی کام پڑتا ہے

ایں سرائے زوال و موت و فنا است — **ہر کہ بنشست اندریں برخاست**

یہ دُنیا زوال، موت اور فنا کی سرائے ہے — جو بھی یہاں رہا وہ آخر رخصت ہؤا

یکدمے رو بسوئے گورستاں — **واز خموشانِ آں بپرس نشاں**

تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا — اور وہاں کے مُردوں سے حال پُوچھ

کہ مآلِ حیاتِ دنیا چیست — **ہر کہ پیدا شد است تا کے زیست**

کہ دُنیاوی زندگی کا انجام کیا ہے — اور جو پیدا ہؤا کب تک جیا ہے

ترک کُن کین و کبر و ناز و دلال — **تا نہ کارت کشد بسوئے ضلال**

کینہ، تکبّر، فخر اور ناز چھوڑ دے — تا کہ تُو گمراہی میں نہ پھنس جائے

چُوں ازیں کارگہ ببندی بار — **باز نائی دریں بلاد و دیار**

جب تُو اِس دُنیا سے اپنا سامان باندھ لے گا — تو پھر ان شہروں اور ملکوں میں واپس نہیں آئیگا

اے ز دیں بے خبر بخور غمِ دیں — **کہ نجاتت معلّق است بدیں**

اے دین سے بے خبر دین کا غم کھا — کیونکہ تیری نجات دین سے ہی وابستہ ہے

(دُرِّ ثمین فارسی مترجم صفحہ ۳۲)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعت احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ آلِ عمران کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں :-

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِۚ
اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۝

اور فرمایا: اِن آیات میں صبر، صداقت، قنوت اور انفاق فی سبیل اللہ چار صفات مومن کی بیان کی گئی ہیں اور پھر اِن صفات کے ذکر کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ صبح کے وقت خدا سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

فرمایا: جاننا چاہیئے کہ بخشش طلب کرنے کے لئے صبح کا وقت ضروری نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے مطابق تو ہر وقت استغفار کرنا چاہیئے۔ یہاں بِالْاَسْحَارِ کے الفاظ میں ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا گیا ہے جو یہ ہے کہ انسان جس قسم کے خیالات کے ساتھ رات بسر کرتا ہے صبح اُٹھ کر سب سے پہلے وہی خیال اُسکے ذہن میں آتا ہے۔ خدا یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ مومن بندے صرف جاگتے ہوئے ہی استغفار نہیں کرتے بلکہ سوتے ہوئے بھی اُن کے لاشعور میں استغفار کا مضمون گھومتا رہتا ہے اِس لئے جب جاگتے ہیں تو سب سے پہلے استغفار کا تصوّر اُن کے ذہن میں اُبھرتا ہے اور استغفار شروع کر دیتے ہیں۔

فرمایا: استغفار سے قبل صبر و صداقت، قنوت اور انفاق فی سبیل اللہ کی صفات کا ذکر اِس لئے فرمایا کہ دراصل استغفار کا تعلق انسان کے عمل اور کوشش سے ہے اگر کوشش اور عمل نہ ہو تو استغفار بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ وہ مومن صرف زبان سے واغفرلنا ذنوبنا ہی نہیں کہتے بلکہ ان کے اعمال بتاتے ہیں کہ ان کی توجہ نیک اعمال بجا لا کر گناہ بخشوانے کی طرف لگی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ وہ صفاتِ حسنہ جن کا استغفار سے گہرا تعلق ہے اور جو استغفار کی دعا کو تصوّر کی دُنیا سے وجود کی دُنیا میں

لاتی ہیں وہ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ میں بیان ہوئی ہیں۔

فرمایا: اَلصّٰبِرِیْنَ میں صبر سے مراد صرف غموں اور دُکھوں پر صبر کرنا ہی نہیں بلکہ نیکیوں پر قائم رہنے اور گناہوں سے بچنے کا نام یہاں صبر ہے۔

فرمایا: اَلصّٰدِقِیْنَ اِس لئے فرمایا کہ سچائی کا اگرچہ ہر نیکی کے ساتھ گہرا تعلق ہے مگر **استغفار** کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ وہ شخص جو سچا ہو وہ اپنی کمزوریوں کے بارے میں بھی سچائی اختیار کرتا اور اعترافِ گناہ کی توفیق پاتا ہے جبکہ جھوٹے کو اعترافِ گناہ کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ سو الصّٰدِقِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی کمزوریوں سے باخبر رہتے ہیں۔ ان کے اندر اتنی سچائی پائی جاتی ہے کہ ان کمزوریوں کو خدا کے حضور خوب کھول کر پیش کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: اِس مضمون کو اگر آپ سمجھ جائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ کیا وجہ ہے کہ بہت سے استغفار کرنے والے استغفار کا جواب نہیں پاتے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ وَالْقٰنِتِیْنَ کہہ کر یہ بتلایا گیا ہے کہ اِن لوگوں کے اندر بہت ہی زیادہ عجز پایا جاتا ہے۔ اب صدق کا وہ مضمون جو میں نے اُوپر بیان کیا ہے اگر قنوت سے ملایا جائے تو مضمون اور واضح ہو جاتا ہے جو یہ ہے کہ جب یہ لوگ اپنے گناہوں پر غور کرتے ہیں اور صداقت کے ساتھ اُن کو محسوس کرتے ہیں تو اُن کے سارے تکبّر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ قیام کرتے ہوئے بھی خدا کے حضور بچھ جاتے ہیں۔ اُن کی رُوح پر سجدہ کی کیفیّت طاری ہو جاتی ہے۔ سو صداقت کے نتیجہ میں احساسِ گناہ پیدا ہوتا ہے اور اِس احساس کے نتیجہ میں وہ عجز پیدا ہوتا ہے جو سچا استغفار پیدا کرتا ہے۔

فرمایا: چوتھی صفت اِن مومن بندوں کی یہ بیان فرمائی کہ وہ مُنْفِقِیْنَ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہاں توبہ کے مضمون کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کو شامل کر دیا ہے اور گناہوں کے کفّارے کے لئے مخلوق کی بھلائی کے مضمون کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ خدا سے بخشش چاہنے والے کے دل میں اپنے بھائی کے لئے ہمدردی اور نیک جذبات نہ ہوں تو اُن کے استغفار میں طاقت پیدا نہیں ہوتی اِس لئے فرمایا کہ اُن کا فیض عام ہوتا ہے اور وہ اپنے بھائیوں کی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرتے اور انکے دُکھ بانٹنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ صرف غریب کے دُکھ کا احساس ہی زبان سے نہیں کرتے بلکہ اُن پر خرچ کر کے خود بھی غریب ہوتے ہیں۔

فرمایا: مُنْفِقِیْنَ کا لفظ بڑا وسیع ہے۔ اس میں غرباء کی خبرگیری، تعلیم قرآن، بیمار کی تیمارداری وغیرہ بھی آجاتی ہے۔ ایسے ڈاکٹرز بھی منفقین میں شامل ہو جاتے ہیں جو محض اپنی فیس کے لئے نہیں

بلکہ تکلیف دُور کرنے کے لئے کسی کی مرض کے متعلق محنت کرکے اُس کے لئے شفا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرمایا: رمضان سے استغفار کا خاص تعلق ہے۔ یہ موسم ہے استغفار کا۔ اس لئے رمضان میں آپ کو استغفار کے مضمون پر خصوصی غور کرنا چاہیئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ صداقت کا معیار بلند نہ ہو تو بہت سے استغفار بے نتیجہ ہو جاتے ہیں صداقت کے ساتھ روشنی کا ایک خاص تعلق ہے۔ اَلْاَسْحَار میں اس روشنی کی طرف اشارہ ہے جو صداقت کے ساتھ آتی ہے۔ صداقت اور شعور کا گہرا تعلق ہے اور شعور کی بھی آگے نئی نئی صبحیں ہیں وہ صداقت شعار لوگ جو اپنے گناہوں پر غور کرتے رہتے ہیں اُن کے غور کا ماحصل ایک مقام پر کھڑا نہیں رہتا بلکہ جُوں جُوں ان کا شعور بیدار ہوتا ہے اُن کو نئی صبحیں عطا کی جاتی ہیں اور وہ نئی صبحیں اُن کو مزید استغفار کی طرف متوجہ کرتی ہیں کیونکہ ان صبحوں کے نتیجہ میں انہیں اپنی بعض اور کمزوریوں کا احساس ہوتا ہے۔

فرمایا: یہ وہ صبحیں ہیں جو خصوصیّت سے یہاں بِالْاَسْحَار میں مراد ہیں۔ مومن کو ایسی صبحوں کی تلاش میں رہنا چاہیئے اور اپنے نفس کے محاسبہ کے معیار کو بلند کرنا چاہیئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس قسم کی پہلی صبح انسان کو اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب اُس کے دِل میں عام گناہ یا کبائر کا احساس ہوتا ہے۔

فرمایا: اَسْحَار کا تعلق ایک اَور صبح سے بھی ہے جو لطافتِ طبع کی صبح کہلا سکتی ہے۔ جتنا کسی شخص کی صداقت کا معیار بلند ہو اور لطافتِ طبع کی صبح زیادہ روشن ہو اُتنا وہ اپنے گناہوں کا جائزہ لینے کی زیادہ اہلیّت رکھتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک عام انسان کے گناہوں کے تصوّر اور ایک عارف باللہ کے گناہوں کے تصوّر اور ایک نبی کے گناہوں کے تصوّر میں اِسی صبح کی روشنی کے نتیجہ میں فرق پیدا ہوتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اِسی لئے عارف بِاللہ اور انبیاء کے کثرتِ استغفار پر لوگ تعجب کرتے ہیں حالانکہ ایسے بزرگوں کی صبح کا تصوّر بھی اُن لوگوں کے ذہن میں نہیں آسکتا اور یہ اندھیروں کی مخلوق ہو کر اس روشنی کی مخلوق پر ہنستے ہیں۔

فرمایا: وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَار میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کو نئی نئی صبحیں عطا کرتا چلا جاتا ہے اور ہر صبح اُن پر اُن کی کمزوریاں روشن کرتی چلی جاتی ہے اور جتنا زیادہ

وہ صبح کے بندے ہو جائیں، جتنے زیادہ وہ خدا کے نور میں چلنے والے ہوں گے اُتنا زیادہ اُن کو استغفار کی طرف توجہ ہوگی اور اُن کے استغفار میں لطافتیں پیدا ہوں گی اور وہ ایسے باریک مضمون میں داخل ہو جائیں گے جس کا وہم بھی کوئی نہیں کر سکتا۔

فرمایا: اِس رمضان میں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ صداقت نصیب ہو۔ دوسروں کی کمزوریاں دیکھنے کی بجائے اپنے وجود کی کمزوریوں کی طرف توجہ کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ گناہوں کے اعتراف کے لئے روشن ضمیری بہت ضروری ہے۔ یہ اندرُونی روشنی حاصل کرنے کی کوشش کریں جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو نئی نئی صبحیں عطا فرماتا چلا جائے گا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ رمئی ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الذّٰریٰت کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

اور فرمایا کہ گذشتہ خطبہ جمعہ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ ہر چیز کے موسم ہوا کرتے ہیں اور رمضان کے آنے سے ہمارے لئے استغفار کے موسم آگئے۔ موسموں میں بھی ایک سی حالت نہیں ہوا کرتی بلکہ بعض دفعہ خزاں سے بھی ایک نئی خزاں پھُوٹتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہر طرف ایک موت کا سا سماں ہو گیا ہے۔ اِسی طرح بہاروں سے بھی نئی بہاریں پھُوٹتی ہیں اور بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ بہار قابو میں نہیں رہی۔ پھُول پھل سب بے قابو ہو جاتے ہیں۔ نہ زمیندار سے سنبھالے جاتے ہیں نہ دیکھنے والے اِن سے استفادہ کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ رمضان کے آخری دسؔ دن بھی یہی مضمون رکھتے ہیں اور گویا رمضان کے استغفار کے موسم سے ایک نیا موسمِ استغفار پھُوٹنے والا ہے کہ خاص بخشش طلب کرنے اور دعاؤں کا زمانہ ہے۔

فرمایا: جس آیت کی مَیں نے تلاوت کی ہے اُس کا بھی رمضان کے اِس آخری عشرہ سے خاص تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں جو تسکین بخش سایہ دار باغوں میں ہوں گے جہاں چشمے پھُوٹ رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ انہیں عطا فرمائے گا وہ اسے قبول کر رہے ہوں گے اور یہ لوگ اِس سے

پہلے ہی محسن تھے۔ فرمایا: مُحسن تو ہمیشہ خدا ہی رہتا ہے لیکن اس موقع پر بندوں کا ذکر مُحسن کے طور پر کرنا بھی خدا کے احسان اور تلطّف کی انتہا ہے کیونکہ احسان کی یہ تعریف فرمائی گئی ہے کہ وہ جو خدا کی عبادت میں اتنا بڑھتا ہے کہ اپنا آرام بھُول جاتا ہے اور راتوں کو بہت تھوڑا آرام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو محسنین میں شمار فرماتا ہے۔

فرمایا: راتوں کو اُٹھنے والوں کو مُحسن کہہ کر ذکر کرنا خدا کے احسان کی معراج ہے۔ فرمایا: وہ لوگ جن کو عام طور پر خدا کے لئے عبادت کی خاطر اُٹھنے کی توفیق نہیں ہوتی وہ بھی اب ایسے موسم میں داخل ہو رہے ہیں جہاں چند راتوں میں وہ اِس آیت کے مصداق بن سکتے ہیں۔ یہ وہ راتیں آ رہی ہیں جن میں استغفار کے موسم پوری شان اور پوری بہار کے ساتھ ہم پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ اِن دنوں اور راتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

فرمایا: قَلِيلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ کا مضمون اگر چند دن بھی انسان پر صادق آجائے تو اللہ تعالیٰ کا فضل آئندہ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرتا ہے جو اُن لوگوں کے ساتھ کرتا ہے جن پر ہمیشہ یہ مضمون صادق آتا ہے۔ فرمایا: اِس آیت میں یہ عجیب نکتہ بیان ہوا ہے کہ جن کی راتیں جاگ کے کٹتی ہیں اُن کی صبحیں بھی اُن کے آرام کے لئے نہیں آتیں بلکہ وہ صبح کو بھی استغفار میں لگ جاتے ہیں۔ تو یہ خدا کے بندے عجیب ہیں کہ استغفار میں ہی اُن کو آرامِ جان ملتا ہے۔ اور امرِ واقعہ یہی ہے کہ ایک مومن کو استغفار میں اُسی طرح آرامِ جان ملتا ہے جس طرح ایک تھکے ہوئے بدن کو نیند میں آرام ملتا ہے۔

فرمایا: گذشتہ جمعہ میں میں یہ بیان کر رہا تھا کہ طبیعت کی سچائی ہے جو درحقیقت نئی صبحیں لانے کا موجب بنتی ہے۔ ایک انسان کا صدق اس کو دوسرے کو دیکھنے اور سمجھنے کی بھی توفیق دیتا ہے اور اسکے آئینہ میں پھر اپنی ذات کو بھی مشاہدہ کرنے کی توفیق بخشتا ہے۔ صدق کے ساتھ صرف دوسرے کو دیکھنے کے ساتھ استغفار کا مضمون پیدا نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے آپ کو بھی دیکھنے سے یہ مضمون آتا ہے۔ مثلاً ایک مقرر جو آپ کو نصیحت کرتا ہے اور آپ اس کے اعمال سے خوب واقف ہیں کہ بے عمل ہے۔ اگر آپ اس کی کمزوری پر نظر رکھیں اور خود اپنا محاسبہ نہ کریں تو استغفار کی توفیق نہیں ملتی لیکن اگر وہ اپنے حال پر بھی توجہ کرے تو اُسے نئی صبح عطا ہوتی ہے۔ اِسی طرح اگر وہ مقرر دوسروں کو نصیحت کرنے کے ساتھ اپنی ذات میں بھی ڈوب کر اپنی خطاؤں اور کمزوریوں کا جائزہ لے تو اس کو کئی صبحیں عطا ہوتی ہیں اور بالآخر وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر اس سُوئی کی مثال صادق آتی ہے جو دوسروں کے لئے کپڑا

سی کر اُن کے تن ڈھانپتی ہے لیکن وہ خود ننگی ہے۔

فرمایا: یہ مضمون ساری زندگی پر ایک ساتھ چلتا ہے حتّٰی کہ انبیاء کے ساتھ بھی۔ کیونکہ اُن کا محاسبۂ نفس کا پیمانہ نہایت بلند اور لطیف ہوتا ہے اِس لئے وہ جس استغفار میں داخل ہوتے ہیں عام بندے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور جہالت کی وجہ سے ان پر ہنستے ہیں جیسا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار پر گذشتہ چند صدیوں میں عیسائی پادریوں نے بہت اعتراض کئے۔ یہی حالت آج کے علماء کی ہے کیونکہ ان کو اپنے حال کا علم نہیں وہ ایک "رات" میں زندگی بسر کر رہے ہیں اِس لئے اُن کو کوئی صبح نصیب نہیں اور وہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

حضورِ انور نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بعض اقتباسات اور روایات سے استغفار کے مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ تمہارا یہ کام ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے آئندہ وعدوں کو یاد کر کے ترساں اور لرزاں رہو اور قبل از وقت سمجھ جاؤ۔ نت نئی توبہ کرو۔ جو توبہ کرتا ہے وہ نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے جو توبہ نہیں کرتا وہ گناہ کی طرف جاتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ استغفار کیا چیز ہے۔ یہ اُس آلے کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اُترتی ہے اور تمام راز توحید کا اسی سے وابستہ ہے کہ عفّت کو انسان کی ایک مستقل جائیداد قرار نہ دیا جائے

حضورِ انور نے فرمایا کہ انبیاء کو بھی خدا تعالیٰ سے ایک عصمت عطا ہوتی ہے اور اُن کو بھی خدا کی اس عطا کی حفاظت اور دوام کے لئے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں اور عبادتیں کرنی پڑتی ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ عصمتِ کُلّی انبیاء کا حِصّہ ہے اور دیگر انسان جزوی عصمت رکھتے ہیں۔ وہ بعض گناہوں سے تو محفوظ ہوتے ہیں مگر بعض "اَور" سے محفوظ نہیں ہوتے۔ بعض زبان کی تیزی کی مار کھاتے ہیں۔ بعض خود پرستی کا شکار ہوتے ہیں۔ بعض غصّے کے تیز ہوتے ہیں اُن کو بھی استغفار کے ذریعہ اِس جزوی عصمت کی حفاظت کرنی چاہیئے اور خدا سے مزید عصمت ملتے رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیئے ورنہ عطا شدہ عصمت کو خطرہ لاحق رہے گا۔ جس طرح طغیانی کے دنوں میں بعض دفعہ عام طور پر خشک جگہوں پر بھی پانی چڑھتا ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کی بھی طغیانیاں ہوتی ہیں اور جن لوگوں کو عصمت نصیب نہ ہو ان کو کوئی کشتی اس سیل سے نہیں بچا سکتی۔

حضورِ انور نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک اقتباس کی روشنی میں بتایا کہ عصمت کو صاف اور محفوظ رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے جس طرح بدن اور کپڑوں اور گھر کو مَیل سے صاف رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس طرح زندگی کے لئے صاف خون کی ضرورت ہے اور یہ صفائی کا کام دل کرتا

ہے اسی طرح انسانی دل کو خدا سے ایک مماثلت ہے۔ پس جب تک خدا کو دل میں داخل نہ کرو گے رُوحانی طور پر تمہارے رُوحانی خون کی صفائی کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اگر سچی عصمت چاہتے ہو تو اپنے دل کو خدا کی آماجگاہ بنالو۔ اور خدا جب دل میں داخل ہو گا تو وہ اسی طرح روحانی لحاظ سے کام کرے گا جیسے تمہارا جسمانی دل تمہارے جسمانی خون کی صفائی کا کام کرتا ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ یہ جو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسانی کمزوریوں اور غلطیوں کی وجہ سے انسان کو گویا ایک قسم کی ذنب یعنی دُم لگ جاتی ہے جو کہ حیوانی عنصر ہے اور یہ انسان کے لئے بدنما اور اس کی خوبصورتی کے لئے ناموزوں ہے۔ پس یہ حکم ہے کہ انسان بار بار یہ دعا مانگے اور استغفار کرے تاکہ اس حیوانی دُم سے بچ کر اپنی انسانی خوبصورتی کو قائم رکھ سکے اور ایک مکرّم انسان بنا رہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ استغفار کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ اس کے صرف رُوحانی فوائد ہی نہیں بلکہ اس کے فوائد انسانی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہیں۔ بکثرت استغفار سے آپ کو ہر قسم کے مادی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں اس لئے اپنی دعاؤں میں استغفار کو غیر معمولی طور پر پیشِ نظر رکھا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ یہ رمضان ہمارے لئے استغفار کی نئی صبحیں لے کر آئے اور دائمی صبحیں ہمارے لئے چھوڑ جائے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ رمئی ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الزمر کی آیت اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ اِس سورۃ کے شروع میں راتوں کو اُٹھ کر عبادت کرنے والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بار بار مُخلصینِ دین کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے بعد اِن عبادت کرنے والوں کی بعض ایسی صفات بیان فرمائی ہیں جو کھوکھلی اور سطحی عبادت کرنے والوں سے ان کو امتیاز بخشتی ہیں جن کی عبادتیں اُن کی رُوح میں جذب ہو کر اُن میں پاک تبدیلی پیدا نہیں کر سکتیں اُن کے متعلق فرمایا ہے کہ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ کہ وہ نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر اُن سے غافل ہیں یعنی ان کے نیک اثرات سے محروم ہیں۔

فرمایا: سچی عبادت کرنے والوں اور ظاہری عبادت کرنے والوں کے درمیان ایک فرق یہ بیان فرمایا گیا کہ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔ جب بات سُنتے ہیں تو توجہ سے سُنتے

ہیں اور اس کے بہترین حصے پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں عام مراد یہ ہے کہ وہ ہر بات سُنتے ہیں اور جو مفید ہوں انہیں اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ کے ارشادِ نبوی کے تحت اپناتے ہیں اور بُری باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور خاص معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ نیکی کی باتیں سُنتے ہیں اور پھر ادنیٰ نیکیوں پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اعلیٰ درجہ کی نیکیوں کو اختیار کرتے ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ بے حد احسان ہے کہ اُس نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو جو جماعت عطا فرمائی ہے اس پر یہ بات بالکل صادق آتی ہے اور اُن کو آپ کے منکرین سے ممتاز کرتی ہے۔ دوسرے لوگ بدی کی باتوں کی طرف بھاگ کر جاتے ہیں اور نیکی کی باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض احباب جماعت نے جمعہ کے بارے میں میری تحریک پر ایسے جذبے سے عمل کیا کہ انہوں نے جمعہ کی خاطر نوکریاں تک چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلہ میں بہتر ملازمتیں عطا فرمائیں۔

فرمایا: روزے کی طرف خاص توجہ دینے کی تحریک پر ساری دُنیا کی جماعتوں سے خوشکن رپورٹس آئی ہیں۔ بعض نوجوانوں نے زندگی میں پہلی بار روزے رکھے اور سارے کے سارے ہی رکھے۔ چنانچہ ایسے بعض نوجوانوں کے چہرے جو فاقے اور تکلیف سے سُتّے سُتّے دکھائی دیتے تھے بہت ہی پیارے لگتے تھے اور اُن کے لئے دل سے دعائیں نکلتی تھیں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کی بہتر طور پر سمجھ آئی کہ خدا تعالیٰ کو روزہ دار کے مُنہ کی بدبُو بہت بھلی لگتی ہے۔

فرمایا: جب مَیں نے اس پر غور کیا تو میرا دل محبّتِ الٰہی سے بھر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر بہت احسان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت کے ایسے گُر بتائے ہیں کہ اس کا عِشق اس طرح جوش مارتا ہے کہ جس طرح دُودھ پیتے بچّے کی بھُوک ماں کو دیکھ کر چمک اُٹھتی ہے۔

فرمایا: اِن باتوں کا خیال کرکے میرے دِل میں آیا کہ مَیں آپ کو نصیحت کروں کہ اپنے بقیہ روزوں کو نبھائیں اور آباد کریں۔ اِن بقیہ چند روزوں میں خدا تعالیٰ کی محبّت کو چمکائیں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے اپنے دل کو تیار کریں۔ جن کے دل بھاری اور خشک ہیں وہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں اُن کے دل بھی نرم ہوں گے۔ فرمایا اِن چند دنوں میں قِلّت کے باوجود یہ دعا کریں۔

فرمایا: سب سے پہلی بات تو یہ ہے جو ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہ رمضان المبارک احمدیت کی پہلی صدی کا آخری رمضان المبارک ہے اِس لئے یہ بہت خصوصیّت کا حامل ہے۔ پھر یہ جو آج جمعۃ الوداع ہے اور یوں یہ احمدیت کی پہلی صدی کا آخری جمعۃ الوداع ہے۔ پھر لیلۃ القدر ہے اس کے لئے کوئی معیّن

رات تو نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں ۲۷ ویں رات میں بکثرت لیلۃ القدر کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں اِس لئے اس میں خصوصیت سے دعا کریں۔ یہ پہلی صدی کی آخری ۲۷ ویں رات ہے۔

فرمایا: یہ سب امور تاریخ کا حصّہ بننے والے ہیں اِس لئے اِس رمضان کے بقیہ دنوں میں خصوصیت سے عبادت اور دعائیں کریں اور انہیں اس رنگ میں استعمال کریں کہ ہم اپنی بُرائیوں کی کینچلیاں پیچھے چھوڑ کر اگلی صدی میں داخل ہوں اور اگلی صدی میں ہم زیادہ پاک اور صاف ہوں۔

فرمایا: میرا حسن ظن ہے کہ بچوں کو تہجد کا عادی بنانے کی نصیحت پر دوستوں نے عمل کیا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ کمی رہ گئی ہے تو آئندہ ان چند دنوں میں خاص توجہ دیں۔

پھر فرمایا کہ احمدیت کی اِس صدی اور آئندہ صدی میں فاصلہ بہت تھوڑا رہ گیا ہے اور کام بہت سے کرنے والے باقی ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ہی سرانجام پا سکتے ہیں اِن کے لئے خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

فرمایا: سب سے اہم کام قرآن کریم کا سَو سے زائد زبانوں میں ترجمہ کی اشاعت ہے۔ یہ کام بہت وسیع اور مشکل ہے اور بڑی ذمہ داری چاہتا ہے سو خصوصیت سے دعا کریں کہ یہ سارے نیک پروگرام جو محض خدا تعالیٰ کے لئے شروع کئے گئے تھے اختتام کو پہنچیں اور ہماری کوئی لغزش ان کے حسن میں خرابی پیدا نہ کرے۔ فرمایا کہ ان سب کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ سَو سال کے اختتام پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے جو جدّوجہد کر رہی ہے وہ اس میں کامیاب ہو اور خدا تعالیٰ کی تحسین کی نظر اس جدّوجُہد پر پڑے۔

فرمایا کہ مسلمان ممالک اور عالَمِ اسلام کے لئے دعا کریں۔ بدنصیبی سے بہت سے مسلمان ممالک میں جو غلط تحریکات کی پیروی کے نتیجہ میں بڑی مشکلات کا شکار ہیں بہت ہی دردناک مظاہر ہیں جو عالَمِ اسلام میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ حضور انور نے اِس سلسلہ میں فلسطین اور ایران اور عراق کا خاص طور پر ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی تو داستان ہی بہت دردناک ہے۔ اِس قدر ظلم ہوُا ہے وہاں اسلام کے نام پر کہ ہر بُرائی قوم میں نافذ کر دی گئی ہے اور نام اسلام کا استعمال ہوُا ہے۔

حضور انور نے کراچی کے حالیہ فسادات کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہ باتیں ہیں جو اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں رکھتیں۔ مگر مزید تکلیف کی بات یہ ہے کہ ساری دُنیا میں ذرائع ابلاغ اِن مناظر کو اسلام کے مظاہر کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

فرمایا: یہ ایک ایسا خوفناک منظر ہے کہ ایک صاحبِ دل شدید تکلیف برداشت کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کو اسلام سے محبت ہو اور وہ مسلمانوں کی تکلیف دیکھ کر بے حس رہے۔ اس دُکھ کو دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے خاص طور پر دعائیں کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ پاکستان میں کراچی اور راولپنڈی اور اسلام آباد کے احمدیوں کو خاص طور پر یہ نصیحت ہے کہ اپنی عید میں اُن مظلوموں کو شامل کریں، اُن یتامیٰ اور بیوگان کو جن کا کوئی والی وارث نہیں رہا، اُن کے غم ابھی تازہ ہیں انفرادی طور پر ان غرباء تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدا کے دُکھیا بندوں کا دُکھ دُور کرنے میں کتنا لطف ہے۔

فرمایا: اِن لوگوں تک تبلیغ کی نیت سے نہیں پہنچیں بلکہ اِن میں عید کی خوشیاں بانٹیں اور اس وقت صرف یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ کو سامنے رکھ کر خالصۃً للہ اور رضائے باری تعالیٰ کے حصول کی خاطر انہیں اپنی عید کی خوشیوں میں شامل کریں۔

حضور انور نے آیت کریمہ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا کے حوالہ سے یہ بھی تحریک فرمائی کہ جہاں جہاں ہو سکے اسیروں تک پہنچ کر ان کی دیکھ بھال کریں۔

فرمایا: پاکستان میں بہت تعداد ایسے قیدیوں کی ہے جو سخت مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس میں ایک اَور مضمون یہ پیدا کریں کہ اسیرانِ راہِ مولیٰ کی خاطر ان دوسرے قیدیوں پر رحم کریں اور اُن کے دُکھ دُور کرنے کی کوشش کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ فطرانہ کے متعلق باہر کے ممالک میں بڑی غفلت برتی جاتی ہے۔ رمضان کا تعلق غریبوں اور مسکینوں کو خدا کی خاطر کچھ دینے سے بہت گہرا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ عید سے پہلے صدقۃ الفطر ضرور دینا چاہیئے جو ہر ایک پر عام ہے۔ ہر بچے اور بڑے پر فرض ہے حتّٰی کہ اس بچّے کی طرف سے بھی فطرانہ دینا ضروری ہے جو عید کے دن پیدا ہو۔ یہ بتانے کے لئے کہ مسلمانوں کی تکلیف میں سارے مسلمانوں کا شامل ہونا ضروری ہے اور اس میں غریب اور امیر سب شامل ہوتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بقیہ ایّام میں خاص طور پر بچّوں کی اِس پہلو سے تربیت کریں اور اُن کو رمضان سے یہ سبق بھی سیکھنا چاہیئے کہ وہ خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ خرچ کریں۔ صرف اپنی طرف سے ادا نہ کریں بلکہ بچّوں کو دے کر اُن سے کہیں کہ وہ غرباء کی خاطر خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں۔ یہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ایسی پاکیزہ ہے کہ ساری زندگی میں انسان کی نیکیوں کی حفاظت کرتی اور

انہیں پرورش دیتی چلی جاتی ہے۔

حضور انور نے آخر پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم رمضان المبارک کے حقوق ادا کرنے والے ہوں اور یہ رمضان اپنے پیچھے ایسی برکتیں چھوڑ جائے جن کا کوئی آخر نہ ہو اور اس رمضان کی برکتوں سے خصوصیت کے ساتھ ہم اس قابل ہو سکیں کہ اگلی صدی میں پہلے سے بہتر وجود کے طور پر داخل ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ سارے کام جو اس نے ہمارے سپرد اگلی صدی کی تیاری کے لئے کئے ہوئے ہیں اُن کو ہم کما حقہٗ احسن رنگ میں انجام دے سکیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مئی ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عید الفطر کے خطبہ میں بیان فرمودہ آیات اور آزادی کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اِن آیات سے پتہ چلتا ہے کہ حقیقی ایمان سچی آزادی کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا اور وہ لوگ جو خود بھی اپنے نفس کو آزاد کرنے اور دوسروں کی آزادی کے لئے کوشاں رہتے ہیں اُن کو ہی سچا ایمان نصیب ہوتا ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ ایمان کی حلاوت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فرمایا اِس مضمون کے بیان میں چند باتیں جو رہ گئی تھیں وہ میں اب بیان کرتا ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بلد کی ان آیات کی روشنی میں بتایا کہ گردنوں کو آزاد کرنا ایک مشکل راستہ ہے اور بڑی نیکی بھی ہے۔ عقبہ کے اصل معنی مشکل راستہ کے ہیں۔ اس سے مراد غریبوں کی خدمت، یتامٰی کی خدمت اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کرنا ہے۔

فرمایا: یہاں یہ تأثر پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا قرآن کریم میں آزادی سے یہی مراد ہے یا اگر یہی وہ عقبہ اور بلندی ہے تو کیا غریب ملکوں کی اقتصادی خدمت و بہبود کرنے والے امیر ممالک ایمان کے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ یعنی کیا اشتراکیت کی تعلیم قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے یا کسی اور رنگ میں غریبوں کی خدمت کو انسانی معراج کے اعلیٰ مقامات قرار دیا گیا ہے۔ اِن سوالوں کا جواب دیتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں غلامی اور غربت کو دو علیحدہ علیحدہ چیزیں قرار دیا ہے اور سمجھایا کہ غربت اور مسکینی کی حالت غلامی اور محتاجی کی طرف لے جاتی ہے۔ صرف غربت دُور کرنے کے لئے جو بین الاقوامی اقتصادی منصوبے بنائے جاتے ہیں وہ فَكُّ رَقَبَةٍ کے زُمرے میں شامل نہیں ہوتے کیونکہ ایسے نظام میں باوجود ظاہری غربت دُور ہونے کے قومیں غلامی اور

محتاجی کی زنجیریں پہن لیتی ہیں۔ ایسے نظام سرمایہ داری پر چلتے ہیں جس سے انسان دن بدن مادہ پرستی کا محتاج بنتا جاتا ہے اور انسانی قدریں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ ان دنیوی اقتصادی نظاموں اور اسلامی نظام میں یہی فرق ہے کہ دیگر نظام مالی اور اقتصادی بحالی کو اصل کام سمجھتے ہیں خواہ غریب کو اسکے بدلے غلامی اور محتاجی کی زنجیریں پہننی پڑیں جبکہ اسلام کا نظام قرآن کریم کی رُو سے آزادی کو اصل چیز قرار دیتا ہے۔ یعنی نفس، افراد اور قوموں کا محتاجی سے آزاد ہونا۔

فرمایا: اِسلام نے اِس غلامی کے خلاف جو منصوبہ پیش کیا ہے اس کی تین شاخیں ہیں جن کا تعلق اخلاقیات، نفسیات اور حقوق سے ہے چنانچہ پہلی بات قرآن یہ پیش کرتا ہے کہ صرف کسی کا پیٹ بھرنا کافی نہیں بلکہ اس کی عزّتِ نفس کے ساتھ پیٹ بھرنا لازمی ہے۔ اگر مدد کئے جانے والے شخص کی عزّتِ نفس باقی نہ رہے تو وہ نیکی نہیں رہتی۔ مدد کئے جانے والے شخص کو یہ احساس دلاؤ کہ تم میرے محتاج نہیں ہو بلکہ خدا رازق ہے۔ اِس احساس کے نتیجہ میں اس کے دل میں غلامی کا احساس پیدا نہ ہوگا یہ ایک نفسیاتی عمل ہے کہ اصل غلامی پہلے نفسیاتی طور پر پیدا ہوتی ہے۔ یہاں حضورِ انور نے تاکید فرمائی کہ اطاعت کے مضمون کو غلامی کا مضمون نہ شمار کیا جائے اطاعت ایک علیحدہ چیز ہے۔ دوسری بات قرآن کریم نے قناعت بیان فرمائی ہے۔ اسلام انسان کو قناعت کی تعلیم دے کر اس کے غریب ہونے کے باوجود اُسے محتاج نہیں ہونے دیتا اور غلامی سے آزاد رکھتا ہے۔ ہوس سے دُور رہ کر قناعت پیدا کرنے سے نفس مستغنی ہو جاتا ہے کیونکہ یہی آزادی کا راستہ ہے۔ اِس آزادی کا تصوّر قرآن میں یہ ہے کہ اپنی ضرورتوں کو کم کرو جبکہ دوسرے نظاموں میں بنیاد یہی ہے کہ ضرورتوں کو بڑھاؤ۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ افریقہ کے دَورے کے دَوران چند سربراہان سے جو گفتگو ہوئی تو حضور نے بتایا کہ مَیں نے انہیں سمجھایا ہے کہ غریب ملک ہونے کے لحاظ سے اپنی ضرورتوں اور عیّاشیوں کو کم کر کے محتاجی سے بچیں۔

تیسری بات قرآن کریم نے غلامی کے خلاف یہ بیان فرمائی کہ اپنے حقوق چھیننے کی بجائے اگر دوسروں کے حقوق دینے کی کوشش کی جائے تو اس سے قوموں کا رجحان بدل جاتا ہے اور بہت سی بے چینیاں کم ہو جاتی ہیں۔ دوسری اقتصادی تحریکات میں اِس کے برعکس ہڑتالوں سے جائیداد کے چھیننے، مالکوں اور امیروں سے اپنے حق زبردستی لینے کی تعلیم ہے۔ اس سے طلب پھر بھی باقی رہتی ہے اور غلامی پیدا ہوتی ہے اِس کا ایک اَور نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کبھی ایسے معاشرہ کو حقوق دینے کی کوشش کی بھی جائے تو حد سے تجاوز کرنے کی بناء پر وہاں فساد برپا ہو جاتا ہے جیسا کہ آجکل نرم پالیسی کی وجہ سے رُوس میں

ہو رہا ہے۔

فرمایا: پس عزتِ نفس کے ساتھ خدمت کرنا، قناعت کرنا اور دوسروں کے حقوق دینا ایثار کے تحت آتا ہے اِس لئے جماعت کو اِسی فلسفۂ خدمت کو دُنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور اِس سِلسلہ میں آئندہ صدی میں جو منصوبے بنائے جا رہے ہیں انشاء اللہ جماعت کو اس کی طرف توجہ کرکے دُنیا کی خدمت کا موقع ملے گا۔

نیز فرمایا کہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ فَكُّ رَقَبَةٍ سے مراد صرف غربت دُور کرنا نہیں، یہ ایک محدود معنیٰ ہیں بلکہ اس کا منبع دراصل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سے نکلتا ہے۔ یعنی ہر اُس احتیاج سے آزاد ہونا جس میں انسان کو خدا کے سوا کسی اَور کا دستِ نگر ہونا پڑے اور یہاں سے اخلاقیات کا مضمون شروع ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخص اعلیٰ اخلاقیات پر فائز نہیں ہوتا وہ کُلّیۃً ہر چیز سے، ہر انسانی احتیاج سے آزاد نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: یہ وہ قرآنی مضمون ہے جس کے تحت ہم انشاء اللہ آئندہ صدی کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی تفسیر بناتے ہوئے خود بھی آزاد ہوں گے اور تمام دُنیا کو سچی آزادی دینے والے بنیں گے۔ آج سارے بنی نوعِ انسان کی آزادی احمدیت سے وابستہ ہے اِس لئے آج کی نسلوں کی بھاری ذمّہ داری ہے کہ باشعور طور پر آزادی کے علمبردار بن کر اور منصوبوں میں حصّہ لے کر اگلی صدی میں داخل ہوں تا احمدیت کی جدّ وجہدِ آزادی نمایاں نقوش بن کر اُبھرے اور زیادہ سے زیادہ دُنیا اس سے متعارف ہو۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آزادی سے متعلق متعدد قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ دینِ حق میں آزادی کا تصوّر اور فلسفہ اِس قدر اعلیٰ مدارج تک پہنچا ہوُا ہے کہ وہ دشمنوں اور تکلیف دینے والوں کی مدد اور خدمت کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے باوجود حلیم ہونے کے جب ایک ایسے شخص کی مدد سے ہاتھ کھینچا جو ظلم اور سفّاکی سے آپ کی بیٹی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہّرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والوں میں شامل تھا تو قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ .... (سورۃ نور آیت ۲۳) اے فراخی والو تم ایسی قسمیں نہ کھاؤ جس سے تم مسکینوں، غریبوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی مدد اور خدمت سے ہاتھ کھینچ لو۔ چاہیئے کہ ایسے لوگ درگذر کریں اور عفو کریں۔ کیا تم اللہ سے مغفرت کے سلوک کو نہیں چاہتے؟

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس کی روشنی میں مَیں نے ربوہ کی کمیٹی کو جو غریبوں کی مدد اور خدمت کرتی

ہے یہ ہدایت کی ہے کہ وہ حقیقی محتاج کی خدمت سے کسی صورت میں ہاتھ نہ روکیں خواہ وہ جماعت کے کاموں میں یا عبادتوں میں پیچھے ہو یا مخالفت کی باتیں کرتا ہو۔ فرمایا: اسی طرح حضرت مصلح موعود بھی شدید معاندین کی خدمت اور ضرورت پوری کرنے کا بہت خیال رکھتے تھے چنانچہ مولوی ظفر علی خاں کی آخری علالت میں آپ نے اپنے ذاتی ڈاکٹر جناب حشمت اللہ خاں صاحب کو ان کے مفت علاج کے لئے ہدایت فرمائی۔ فرمایا خدمت میں ہر مذہب سے آزاد ہو کر دشمنی کی حالت میں بھی مدد کرنی ہے۔ یہ دینِ حق کی اعلیٰ تعلیم ہے جس کو لے کر ہم نے انشاء اللہ اگلی صدی میں داخل ہونا ہے۔

خطبہ کے آخر پر حضورِ انور نے یہ وضاحت فرمائی کہ کیونکہ میرے انگلستان آنے کے وقت سے ہی کثرت سے درخواستیں نماز ہائے جنازہ غائب پڑھانے کی خاص طور پر جمعہ میں موصول ہوتی ہیں جن کو شروع میں مَیں دلداری کے باعث قبول کرتا رہا کیونکہ میرے لئے انکار ممکن نہیں۔ لیکن گزشتہ سال میرے توجہ دلانے کے باوجود یہ سلسلہ کم نہیں ہُوا گو وقتی طور پر کمی آئی تھی اس لئے مَیں اب ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتیٔ سلسلہ کے مشورہ سے اِس طریق کو بدل رہا ہوں۔ فتویٰ کے لحاظ سے نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نجاشی شاہِ حبشہ کا جنازہ استثنائی صورت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھانے کی روایت ملتی ہے۔ لیکن اِس کو رسم نہ بنایا جائے۔ اِس لئے آئندہ صدر انجمن احمدیہ سے پاکستان کے احمدی فوت ہونے والے کے رشتہ دار درخواست کریں اگر وہ مناسب سمجھیں تو وہ خلیفۂ وقت کو درخواست کریں گے۔ فرمایا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ پڑھانے سے گریز فرماتے تھے لیکن اِس سے خلیفۂ وقت کی اپنی مرضی اور استثنائی صورت میں جنازہ پڑھانے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اِس لئے اِس بدلے ہوئے طریق سے دل برداشتہ نہ ہوں اور اس کی رُوح کو سمجھیں۔

حضور نے وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء میں فرمایا:-

"وقفِ جدید کے میدان میں جماعتِ احمدیہ گذشتہ سال کے مقابلے میں آگے بڑھی ہے — اور خدا کی طرف سے جماعت کی ترقی کا ایک عمومی وعدہ ہے۔ جتنا کوئی جماعت اس سے استفادہ کریگی اتنا ہی وہ وعدہ پورا ہوگا۔"

(قائد وقفِ جدید مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ)

اللہ کی خاطر جو دکھ اٹھائے جاتے ہیں انہی سے روشنی کی شعاعیں بھی پھوٹا کرتی ہیں

خلاصہ خطبہ عید الفطر فرمودہ سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بتاریخ ۱۷ مئی ۱۹۸۸ء بروز منگل بمقام اسلام آباد ٹلفورڈ یو۔کے

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ البلد کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی :۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝

فرمایا: رمضان المبارک کے بعد جو عید آتی ہے اُسے عید الفطر کہا جاتا ہے۔ دینِ حق میں خوشیوں کا تصوّر اور عید کا فلسفہ دوسرے تصوّرات اور فلسفوں سے بالکل مختلف ہے۔ چونکہ عید الفطر کا تعلق رمضان المبارک سے ہے اس لئے اِس عید کے فلسفہ کو سمجھنے کے لئے رمضان المبارک اور روزوں کے فلسفہ کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اِس کی وضاحت کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں ان کو علم ہے کہ روزہ میں اصل مشکل کھانے پینے کی نہیں بلکہ کھانے پینے پر پابندی کی ہے جس کا احساس بعض اوقات سحری ختم ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور افطار کے وقت اذان کے بعد اِس پابندی کا احساس اُٹھتا ہے اور انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرنے لگتا ہے۔

فرمایا: اصل افطاری یہی آزادی کا احساس ہے۔ پھر فرمایا کہ رمضان میں خدا کے لئے برداشت کی جانے والی قید اور پابندیاں مومن کی روزمرّہ کرنہ کہ کی قید اور پابندیوں سے مختلف ہوتی ہیں۔

اصل میں عام دنوں میں بھی مومن جہاں چاہے قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ پابندیوں کی دیواروں کے درمیان رہتا ہے اور رمضان میں یہ دیواریں اَور تنگ ہو جاتی ہیں اور بعض جائز باتوں پر بھی پابندی عائد ہو جاتی ہے اِسی لئے رمضان اور روزہ سے نکلنے کے بعد ہمیں پہلا سبق آزادی کا ملتا ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ جو پابندیاں رمضان سے قبل عائد تھیں اُن سے بھی آزادی مل گئی بلکہ خدا کی خاطر تکلیف اُٹھا کر جو خاص قید کی پابندیاں عائد تھیں اُن سے آزادی ملی ہے اور یہی احساس اصل میں رمضان کا پہلا سبق ہے۔

فرمایا: روزہ میں قید اور پابندیوں کا احساس ہمیں قیدیوں کی یاد دلاتا ہے۔ بھوک کا احساس بھوکوں کی اور پیاس کا احساس پیاسوں کی یاد دلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح عید منایا کرتے تھے کہ اس احساس کے نتیجہ میں عید کے موقع پر خود بھی غرباء اور یتامیٰ اور مساکین کا خیال رکھتے تھے اور صحابہؓ کو بھی اس کی نصیحت فرماتے تھے اور اس وجہ سے روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشیوں کا ذکر کم لیکن غریب کی طرف توجہ کرنے کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ تکلیف اور غرباء کے دُکھ کا احساس جو روزے کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے وہ بے مقصد نہیں۔ اگر یہ دُکھ کا احساس نہ ہو تو روزے اور عید بے مقصد ہو جاتی ہے اور یہی رمضان کا پیغام ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان کے اندر مخفی احساسات اور درد اور دُکھ کا احساس اپنے اور دوسروں کی تکالیف کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ خود پسند لوگوں میں یہ خود اُن کی ذات تک محدود ہوتا ہے لیکن خدا کے بندوں میں یہ احساس بیرونی دُنیا میں تمام ضرورت مند لوگوں تک پہنچتا ہے اور اُن کے دل سے نکلنے والی اس دُکھ کے احساس کی رگیں دوسروں تک زندگی کی رُوح پیدا کرتی ہیں۔ پس مومن کو چاہیئے کہ اپنے خدا کی خاطر تکلیف اُٹھا کر اپنے احساس کو وسیع تر کرے تا قوموں اور افراد کے لئے اس احساس کے نتیجہ میں آزادی کا موجب بنے اور مدد کی خواہش اور جذبہ پیدا ہو جس کا تصوّر انحصار کا تصوّر نہ ہو بلکہ قرآن کے لحاظ سے غریب کی مدد اس طرح کرو کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔

حضورِ انور نے تلاوت فرمودہ آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اَلْعَقَبَةَ سے مراد شرف و عزّت کی بلندی اور گھاٹی ہے جس تک پہنچنے کا ذریعہ قرآن نے فَكُّ رَقَبَةٍ بیان فرمایا ہے یعنی گردنوں کو آزاد کرنا۔ یہاں گردنوں کو آزاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ افراد یا قوموں کو ہر قسم کی اور ہر نوع کی غلامی اور پابندیوں سے آزاد کرنا ہے۔ خواہ وہ یتیم یا مسکین کی خبرگیری اور بھوک میں کھانا کھلانے کی شکل میں ہو یا مساکین کو دیکھنا ہو۔ فی الحقیقت فَكُّ رَقَبَةٍ سے یہی مراد ہے کہ غریب کو اپنے آپ پر منحصر کرنے والی مدد نہ کرو بلکہ اس کو خود مختار بنانے والی مدد کرو جو اُن کو تمہارا یا کسی کا غلام نہ بنائے۔

فرمایا: بعض امیر ممالک غریب ممالک کو اثر و رسوخ کی خاطر اور غلام بنانے کی خاطر مدد دے رہے ہیں جو کہ فَكُّ رَقَبَةٍ کے عین منافی ہے۔ اصل مدد اور احساس وہ ہے جس کے نتیجہ میں خود کو بھی اور دوسروں کو بھی تمام غلامی کی زنجیروں سے آزادی نصیب ہو۔ یہی وہ پیغام ہے جو روزے ہمارے لئے لے کر آتے ہیں۔

آزادی کے اِس پیغام کی وضاحت کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے جوش سے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: رمضان ہر غلامی کے تصوّر اور بندھن توڑنے کے لئے آزادی کا پیغام لاتا ہے اِس لحاظ سے جماعتِ احمدیہ کے لئے یہ رمضان اور عید خاص اہمیّت کی حامل ہے کیونکہ یہ پہلی صدی کی آخری عید ہے اور یہ پیغام خصوصیّت کے ساتھ ہمارے سامنے رکھ رہی ہے کہ تم خود تو آزاد ہو رہے ہو اپنی بُرائیوں سے اور کمزوریوں سے لیکن دُنیا کی قومیں ہیں جو دن بدن اَور زیادہ زنجیروں میں جکڑی جا رہی ہیں جو غلام قومیں ہیں وہ اَور زیادہ غلام بنائی جا رہی ہیں آزاد قومیں اپنے نفس کی پہلے سے بڑھ کر غلام ہوتی جا رہی ہیں اَور زیادہ زنجیروں میں جکڑی جا رہی ہیں اِس پہلو سے رمضان سے باہر آ کر آپ آفاقی نظر سے دُنیا کا مطالعہ کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ اس غلام دُنیا میں آپ آزادی کا جزیرہ ہیں اور ایسا جزیرہ ہیں جس جزیرے سے آزادی کا پیغام پھُوٹنا ہے اور ساری دُنیا میں پھیلنا ہے اور تمام دُنیا کو آزادی کا پیغام دینے اور غلامی سے آزاد کرانے کے لئے خدا تعالیٰ نے جو سرزمین قائم کی ہے وہ سرزمین آپ ہیں یعنی جماعتِ احمدیہ۔ اِس لئے اِس نئے پیغام کو لے کر آپ نے نئی صدی میں داخل ہونا ہے۔

افریقہ کے دَورے کا ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور نے جماعت کو بتایا کہ اس صدی کے آخر پر میرے افریقہ کے دَورے کی جان یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے قوموں کو آزاد کرانے کا جذبہ شدّت سے کُوٹ کُوٹ کر میرے دل میں ڈالا اور مَیں ایک نیا جذبہ اور قوّت لے کر افریقہ سے باہر نکلا۔ فرمایا اب میری رُوح وقف ہو گئی ہے اِس کام کے لئے کہ مَیں قوموں کو غلامی سے آزاد کرانے کا پیغام جماعتِ احمدیہ کو دوں اور جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ ساری دُنیا کو یہ پیغام دیا جائے اور ان کو آزاد کرانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے فرمایا ہماری حقیقی عید تب ہو گی جب ہم اِس مقصد میں صحیح کامیاب ہو جائیں گے۔ پھر حضورِ انور نے فرمایا آج ہمیں یہ عہد کرنا چاہیئے اور اِس عہد کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیئے کہ اگلی صدی میں ہم آزادی کا یہ پیغام لے کر داخل ہوں گے اور قوموں کو اور انسانوں کو ہر قِسم کی انسانی اور شیطانی غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت پُرشوکت الفاظ میں فرمایا کہ

اِس پہلو سے امریکہ بھی آپ کی راہ دیکھ رہا ہے اور مغرب کی بظاہر آزاد اور بلند شان رکھنے والی قومیں بھی آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں اور آپ کی منتظر ہیں۔ آپ کے ہونٹوں میں آزادی کا وہ پیغام ہے جو ان کو دے کر انہیں شیطان کی زنجیروں سے آزاد کر سکتے ہیں۔ روس بھی آپ کی راہ دیکھ رہا ہے اور دیگر غریب قومیں بھی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ صدی کی آخری عید اِس عید سے بالکل مختلف ہوگی اور دعا کرتا ہوں کہ آئندہ صدی کی آخری عید میں دُنیا کی ساری قومیں آزاد ہو چکی ہوں۔ دُنیا کے سارے افراد آزاد ہو چکے ہوں اور اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ کو یہ توفیق بخشے کہ وہ تمام دُنیا کی آزادی کا گیت گانے والے اور ان کو آزادی کا گیت سکھانے والے ہوں۔ تمام دُنیا سے لا الٰہ اِلّا اللہ کا نعرہ بلند ہونے کا دراصل یہی مقصد ہے۔

فرمایا لا اِلٰہ الّا اللہ آزادی کا پیغام ہے جو اِس رمضان میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے۔ پس آخری عید پر یہ آخری پیغام مَیں جماعتِ احمدیہ کے سربراہ کی حیثیت سے ساری دُنیا کو دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو غریبوں کی خدمت اور قوموں اور افراد کو دوسری قوموں اور افراد اور شیطان کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے وقف کر دیں تا خدا تعالیٰ آپ کو ان عظیم الشان ترقیات سے نوازے جس کی بنیادیں ڈالی جا چکی ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ اِس آزادی کے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے سے قبل غور کریں کہ آپ خود اپنے نفس کی خواہشات کی زنجیروں سے آزاد ہوئے ہیں یا نہیں کیونکہ خود قیدی انسان عبرت کا سبق دیتا ہے اور آزاد انسان آگے بڑھ کر دوسروں کی زنجیریں توڑ ڈالتا ہے۔

فرمایا: اپنے آپ کو نفس کی زنجیروں سے آزادی دلانے کے لئے خدا کی طرف سفر کرنا ضروری ہے جو اصل میں لا اِلٰہ اِلّا اللہ کا سفر ہے اس کی راہ میں ہزاروں بُت ہیں جو انسان اپنے قلب میں دیکھتا ہے لیکن اصل سفر ہی اس رُخ میں آزادی ہے اور اس سفر کا ہر قدم اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ موت بھی آ گئی تو لا اِلٰہ اِلّا اللہ کے عظیم مقصد کی تکمیل میں آزادی کی موت ہوگی۔ فرمایا اپنے تمام فیصلوں میں غیر اللہ کی نفی کرتے ہوئے اللہ کی طرف کا راستہ اختیار کریں اور اِس نفس کی آزادی سے تمام دُنیا کو آزادی دلانے کی مہم کا آغاز کریں۔ مادی زنجیروں سے آزادی کی تدبیریں اور منصوبے بھی بنائیں تاکہ سچے معنوں میں صحیح معاشرہ کے قیام میں آسانی ہو۔

حضور انور نے تلاوت فرمودہ آخری آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ سارے کام کر لوگے تب تمہیں نیا ایمان، نیا عرفان اور نئی حلاوتِ ایمان حاصل ہوگی جس کے نتیجہ میں صبر اور مرحمہ کی خصوصیت

پیدا ہو گی جیسا کہ اسی صبر اور ہمدردیٔ خلق کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرحمہ کا آخری نقطہ بنے اور رحمۃٌ للعالمین کہلائے جیسے کہ قرآن نے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اسی سچے ایمان کے نتیجہ میں صبر اور مرحمہ پیدا ہوتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو غصّہ، غضب اور انتقام پیدا ہوتا ہے۔ پس صبر اور رحمت کے لئے فَكُّ رَقَبَةٍ پر عمل ضروری ہے اور تبھی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا صحیح نمونہ دُنیا کے سامنے پیش ہو گا۔

خطبہ کے آخری حصّہ میں آپ نے بتایا کہ اِس آزادی کے مضمون کا اسیرانِ راہِ مولیٰ سے گہرا تعلق ہے جن کے دُکھ اور غم نے مجھے اِس مضمون کی طرف رہنمائی کی جن کے لئے میں ان کا ممنون ہوں اور ساری دُنیا پر اُن کا یہ احسان ہے۔ اِس احسان کے نتیجہ میں ہمیں چاہیئے کہ ہم یہ عزم کریں کہ دُنیا کے ہر غلام کو اور اسیر کو آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک تازہ مبشر رؤیا کا ذکر فرمایا جس میں حضور نے اِس رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پھر حضرت امّاں جان نصرت جہان بیگم صاحبہ کو دیکھا جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے کہتی ہیں کہ مجھے ہیلی کاپٹر پر بیت اللہ کا طواف تو کروا دو۔ حضور نے اِس رؤیا کے مختلف پہلو اور تأثرات بیان فرمائے اور بتایا کہ اِس میں حسرت بھی ہے اور خوشخبری بھی کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہمارے لئے بیت اللہ کی راہیں کھول رہا ہے۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ خدا کی نصرت احمدیوں کو لیکر خانہ کعبہ کے گرد منڈلانے لگی ہے اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ شعر اپنی قبولیت کو پہنچا ہے کہ

یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

رؤیا کے بیان کے بعد حضور نے فرمایا کہ اللہ کی خاطر جو دُکھ اُٹھائے جاتے ہیں اُنہی سے روشنی کی شعاعیں بھی پھُوٹا کرتی ہیں خدا کرے کہ جلد ہی اِس خوشخبری کے پورا ہونے کے دن آئیں اور جس طرح ہماری روحیں خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہیں خدا تعالیٰ زمین کی راہیں بھی کھولے اور ہمارے جسم بھی خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگ جائیں۔ اِس کے بعد حضورِ انور نے پُرسوز اختتامی دعا کروائی اور تمام حاضرین کو عید مبارک دی۔ بعد میں حضور نے تمام احبابِ جماعت سے فرداً فرداً مصافحہ فرمایا۔

بارگاہِ رسالت میں

تُو رسول ربِّ غفور ہے تُو بشیر بھی ہے نذیر بھی
تری عظمتوں کا ہو کیا بیاں تُو حبیب ربِّ قدیر بھی

تُو شفیع روزِ جزا بھی ہے تُو امام کون و مکاں بھی ہے
تُو جہانِ تیرہ و تار کے لئے ہے سراجِ منیر بھی

عرب و عجم کی کدورتیں تیرے فیضِ قدس سے دُھل گئیں
کہ تُو صلح اور سلامتی کا ہے بن کے آیا سفیر بھی

میرے آقاؐ تیرے صحابؓ بھی تیرے حُسنِ خلق کا عکس ہیں
غمِ دو جہان سے بےنیاز ہیں تیرے دَر کے فقیر بھی

تیرا نور یا نورالہدیٰ رہا ہر زمان میں رہنما
کبھی تیرگی نے جو آ لیا ملا پیامِ صبحِ بصیر بھی

تیرا عشق میری حیات ہے بخدا یہ راہِ نجات ہے
اسی رہ میں ہم نے خوشی سے کھائے ہیں زخم ہائے کثیر بھی

تیرے پاس آنے کی رہ میں ہیں کچھ عارضی سی رکاوٹیں
ہاں خدا کے فضل سے ٹوٹ جائیں گے قدغنوں کے یہ تیر بھی

میری آرزُو ہے دلوں کو جیت کے تیرے قدموں میں ڈال دوں
سبھی تیرے حلقہ بگوش ہوں یہ صغیر بھی یہ کبیر بھی

میرے دِل میں ہے جو مرے خدا تیرے فضلِ خاص سے ہو عطا
تُو دلوں کے بھید ہے جانتا تُو علیم بھی ہے خبیر بھی

(نادر قریشی)

تاریخ اسلام کا ایک ورق

حضرت عباسؓ کا واسطہ دیکر دعا کی

مذہبی دنیا میں کتنے ایسے واقعات ہیں کہ خدا کے بندوں کی وجہ سے اُس کی رحمت جوش میں آئی۔
حضرت ابو طالبؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ع

اَبیضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجہِہٖ

کہ اِس روشن چہرہ والے کے چہرہ کے واسطہ سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ حضرت عبد المطلبؓ نے بھی ایک بار جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھوٹی تھی آپ کا واسطہ دے کر خدا سے بارش طلب کی تھی یَا رَبِّ بِحَقِّ ھٰذَا الغُلَامِ اَسقِنَا غَیثًا مُغِیثًا دَائِمًا ھَاطِلًا۔ اِس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔ ان کی وجہ اور دعا سے خدا کی تقدیریں بدلتی ہیں۔

واقعہ اِس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ۱۷ھ یا ۱۸ھ ہجری میں شدید قحط پڑا۔ اِسے عام الرمادۃ بھی کہتے ہیں کہ وہ سال جب ہر طرف دھول اُڑتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے تمام اضلاع کے حکّام کو لکھا کہ ہر جگہ بکثرت غلّہ روانہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی یہ واقعہ ہوا کہ عمرو بن عاص فاتح مصر نے لکھا کہ مصر کی زرخیزی کا بڑا باعث نیل کی طغیانی ہے۔ وہ زرخیز مٹی کھیتوں میں ڈالتا ہے تو فصلیں اُگتی ہیں۔ دینِ حق سے پہلے یہ قبطی لوگ نیل کو طغیانی پر لانے کے لئے کنواری خوبصورت دوشیزہ کو زیورات اور عمدہ زیورات سے لاد کر دریا میں پھینکتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اِس سے انہیں منع کیا تو اتفاق کی بات ہے اُس سال مقررہ مہینہ میں طغیانی نہ آئی نیل نے زرخیز مٹی کھیتوں میں نہ پھینکی۔ مصریوں کو قحط سالی کا خدشہ ہوا۔ عمروؓ بھی متفکر ہوئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھا۔ حضرت عمرؓ نے لکھا عمرو! تم اپنے موقف پر ڈٹے رہو اور یہ میرا کاغذ کا پُرزہ جو بھجوا رہا ہوں اِسے نیل میں پھینک دو۔ اس کاغذ کے پُرزہ پر لکھا تھا:۔

”اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے دریائے نیل کے نام۔ امّا بعد۔ اے نیل اگر تُو اپنے اختیار سے بہا کرتا تھا تو بے شک سویا پڑا رہ اور اگر اللہ واحد وقہّار کے حکم

سے بہتا تھا تو ہم اللہ واحد و قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھ کو رواں کر دے۔"

(نجوم زاہرہ مؤلفہ محمد فرح مصری ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ ۲۶۶)

اگلے روز عیسائیوں کی عید تھی۔ دُنیا نے دیکھا کہ نیل میں طغیانی ہے۔ سولہ ہاتھ پانی چڑھ چکا ہے۔

عام الرمادۃ کے موقع پر حضرت کعب الاحبار (جن کی قبر پہ راقم الحروف کو حمص میں حاضر ہونے اور دعا کا موقع نصیب ہؤا) نے کہا امیرالمؤمنین بنی اسرائیل میں جب ایسا ہوتا تو نبیوں کے عصبات یعنی قریبی رشتہ داروں کے ذریعہ خدا سے بارش طلب کرتے۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ ہیں صنو ابیہ۔ آپ کے باپ اور یہ ایک شاخ کے دو حصے ہیں۔ بنو ہاشم کے سردار چنانچہ حضرت عمرؓ ان کے پاس پہنچے اور بتلایا کہ لوگوں کو قحط کی وجہ سے کیا تکلیف ہے۔ پھر آپ حضرت عباسؓ کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پہنچے اور دعا کی:

" اے اللہ تیرے نبی کے چچا ان کے والدِ محترم کے بھائی کو لے کر حاضر ہؤا ہوں ــــ پروردگار بارش نازل فرما اور ہمیں مایوس نہ کیجیو۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا اے ابوالفضل اُٹھئے دعا کیجئے۔ حضرت عباسؓ کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

اے اللہ اگر بادل اور پانی تیرے اختیار میں ہیں تو بادلوں کو پھیلا دیجئے اور بارش نازل فرما کر فصلوں کو اُگائیے۔ جانوروں کو بھی چارہ میسر ہو وہ دُودھ دیں۔ اللہ اگر ابتلاء اور آزمائش بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں اور توبہ سے دُور ہوتے ہیں۔ تُو دیکھ قوم میرا واسطہ دے رہی ہے۔ اللہ بارش نازل فرما۔ اللّٰہم انسانوں، بے زبان چوپایوں کا واسطہ دیتے ہیں۔ اللہ ایسی بارش نازل فرما جو ہمارے لئے مفید ہو۔

اللّٰہم تجھ سے ہی ملتجی ہیں تیرے غیر سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ خداوندا ہم تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں تجھی سے قحط سالی، ہر بھُوکے کی بھُوک، ہر ننگے کے ننگ اور ہر خائف کے خوف کی شکایت کرتے ہیں۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)

بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے پروردگار سے عرض کی خداوندا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہم ان کو وسیلہ بناتے تو آپ بارش نازل فرماتے اب اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ (بخاری ابواب الاستسقاء)

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو ساتھ لیا اور خدا سے عرض کی اے اللہ خدا کے نبی کے چچا کو لے کر تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں۔ انہیں شفیع بنایا ہے۔

اللہ اپنے نبی کے صدقے ان کا خیال فرما جس طرح تُو نے دو یتیم بچوں پر ان کے نیک باپ کی وجہ سے رحم فرمایا تھا۔ اللہ ہم تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ شفاعت کے طالب ہیں۔

پھر حضرت عمرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور قرآن کی یہ آیت پڑھی:-

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح: ۱۱ تا ۱۳)

اپنے ربّ سے گناہوں کی بخشش چاہو اللہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔ تمہارے مالوں اور اولاد میں برکت ڈالے گا۔ تمہیں باغات اور دریا عطا فرمائے گا۔

پھر حضرت عباسؓ کھڑے ہوئے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرف آپ نے دیکھا پھر کہا اے اللہ تو راعی ہے۔ کوئی گمشدہ اور کوئی بھولی چیز تجھ سے مخفی نہیں۔ اِسے ہلاک ہونے سے بچا۔ دیکھ بچّے دُودھ کے محتاج ہیں۔ بڑے بھی آنکھوں میں آنسو لائے تجھ سے شکایت کر رہے ہیں۔ تُو پوشیدہ نالوں کو بھی جانتا ہے۔

اللہ بندوں کی مایوسی سے قبل رحمتِ باراں سے انہیں نہال کر دے کہ صرف کافر ہی تیری رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں اُسی وقت آسمان پر بدلی اُٹھی۔ وہ بڑھتی گئی۔ سارے آسمان پر چھا گئی۔ ہوا آئی اُس نے بادلوں کو اُٹھایا اور بارش نازل ہونا شروع ہوئی۔ گڑھے پانی سے پُر ہو گئے۔ ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ لوگ حضرت عباسؓ سے اپنے جسم مَس کر کے برکت حاصل کرتے اور کہتے هنيئاً لك ساقي الحرمين۔ اے مسجدِ حرم کے ساقی تجھے مبارک ہو۔

استیعاب میں یوں بھی آیا ہے کہ اِس قحط کے زمانہ میں لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ اپنی اُمّت کے لئے خدا سے بارش طلب فرماویں لوگ مر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں عمرؓ کے پاس جاؤ اُسے کہو خدا سے بارش طلب کریں۔ اللہ رحم فرمائے گا۔ اور عمرؓ سے یہ بھی کہنا عقلمندی سے کام لیں۔ عقلمندی سے۔ جس نے خواب دیکھی تھی اُس نے حضرت عمرؓ سے آکر اِس کا ذکر کیا تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہا پروردگار میں نے پہلے بھی کوئی کوتاہی نہیں کی کوئی کوتاہی نہیں کی مولیٰ۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)

"دُکھ بھری رات کٹے گی تو سحر آئے گی"

منتظر شام و سحر رکھتی ہے امیدِ ملن
عین ممکن ہے کہ وہ جلوہ دکھانے آئے

کاش ہم سے نہ جُدا ہوتے نہ آتا یہ دِن
یاد بیتے ہوئے وہ سارے زمانے آئے

ہجر کی رات تو کاٹے نہیں کٹتی ہم سے
کوئی ان کے ہمیں حالات بتانے آئے

کوئی تو کہہ دے کہ آتا ہے تمہارا دِلبر
کوئی تو وصل کی خوشخبری سُنانے آئے

مَیں تو بے زر تھا سو مجبور تھا میرے پیارے
آپ کیوں نہ میری اُمید بندھانے آئے

"دُکھ بھری رات کٹے گی تو سحر آئے گی"
رنج و غم دردو الم لاکھ ستانے آئے

ہم کو امید ہے مولا سے کہ بعد از پت جھڑ
باغ میں بادِ صبا پھول کھلانے آئے

ہر گھڑی ساتھ ہے جب فضلِ خدا تو بیشک
دشمنِ جاں یہاں کر کر کے بہانے آئے

یاد میں تیری گزرتا ہے خلیقؔ عاصی کا دِن
رات سوتے میں ترے خواب سُہانے آئے

(خلیق بن فائق گورداسپوری)

گناہ کا فلسفہ اور طریقِ نجات

(مکرم مظفر محمود احمد صاحب مربّی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

انسان کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اِس لئے پیدا کیا ہے کہ ہر انسان خدا تعالیٰ کا مقرب بنے نیز ہر انسان کے اندر ایسی قابلیتیں بھی پیدا کیں جو انسان کو خدا تعالیٰ کا قُرب بخشتی ہیں۔
خدا تعالیٰ انسان کی پیدائش کا مقصد اِن الفاظ میں بیان فرماتا ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورۃ الذّٰریٰت)

مَیں نے جِن و اِنس کو صرف اِس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے عبد بنیں۔ لاریب خدا تعالیٰ نے انسانی پیدائش کی جو غرض بیان کی ہے وہ سچی ہے۔ جب نفسِ انسانی اِس مقصد کو حاصل کر کے خدا تعالیٰ کا بندہ بن جائے تو خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اسے اپنی جنّت میں داخل کر لیتا ہے۔

گناہ کی تعریف

گناہ اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔ وہ قوتیں جو انسان کو خدا تعالیٰ کا مقرب بنانے کے لئے اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہیں جب ان کا بے محل استعمال کیا جائے تو یہ بگڑ جاتی ہیں تو اسی کا نام گناہ بن جاتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے انسان کو آنکھیں دی ہیں کہ وہ ان کے ذریعہ سے دن رات مفید کام لے۔ جب ایک انسان ان آنکھوں سے کام لے کر مزدوری کرتا ہے، گھر کی صفائی کرتا ہے، لکھتا پڑھتا ہے، دوستوں سے ملاقات کرتا انہیں پہچانتا ہے تو یہ سب اچھے کام ہیں لیکن جب کوئی شخص اِنہیں آنکھوں سے کسی غیر عورت کو بھی دیکھتا ہے تو وہی آنکھ کا ناجائز استعمال ہے اور گناہ ہے۔

گناہ کا تصوّر

گناہ دراصل بیماری ہے۔ جس طرح ایک صحتمند جسم خارجی اثرات سے متأثر ہو کر بیمار ہو جاتا ہے

اسی طرح انسان پیدائش کے وقت فطرتِ صحیحہ لے کر اس دُنیا میں آتا ہے پھر انسانی پیدائش کے بعد، اِرد گرد کے اثرات کے نتیجہ میں بدی آتی ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے قلبِ مطہر اور فطرتِ صحیحہ دے کر اس دُنیا میں بھیجا ہے۔ وہ جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو ایک سفید نقطہ اور جب بُرا کام کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تو انسان نیکیاں کرتا رہے تو اس کے دل پر سفید نقطے بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا سارا دل سفید ہو جاتا ہے اور اگر سیاہ نقطے بڑھتے جائیں تو انسان کا سارا دل ایک دن سیاہ ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کا سارا دل سیاہ ہو جائے تو وہ خدا تعالیٰ سے دُور ہونے کے نتیجہ میں نیکی سے محروم ہوتا جاتا ہے۔ گویا اگر نیکی انسان کے دل پر غالب رہے تو وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا مورد ہو کر نجات پا جاتا ہے اور اگر گناہ کے دباؤ کے نیچے آجائے تو جب تک سچی توبہ کر کے اپنے حقیقی خالق کے سامنے اقرارِ جُرم کر کے جُھک نہ جائے انسان سزا کا مورد ٹھہرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا　　(سورۃ الزمر)

یعنی سچی توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو لازماً سزا بھی معاف ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم کے نزدیک نہ تو انسان کو گناہ ورثہ میں ملا ہے اور نہ پیدائشی لحاظ سے انسان گنہگار ہے بلکہ گناہ کے تمام اسباب خارجی ہیں اندرونی نہیں۔ انسانی فطرت کو خراب کر کے گناہ پیدا کرنیوالی جتنی بھی تحریکات دُنیا میں نظر آتی ہیں ساری باہر سے آتی ہیں۔ مثلاً شیطانی تحریکات میں سے ایک یہ ہے کہ طمع اور لالچ دے کر فریب سے انسان سے جُھوٹ بلواؤ۔ جُھوٹی عزت کے حصول کے لئے دھوکہ دیکر ترقی کرو۔ گانے بجانے انسان کو شہوت دلا کر اس کے ذہن کو منتشر کرو۔ تعمیری کاموں کی بجائے تخریبی کاموں کی طرف رُجحان بڑھاؤ۔ وقت ضائع کرو۔ وغیرہ۔

یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان فطرتاً گنہگار نہیں بلکہ گناہ، بیماری اور وباء کی شکل میں اِرد گرد سے انسانی فطرت پر اثر انداز ہوتا ہے اور اگر روحانی علاج کے ذریعہ سے گناہ کا علاج نہ کیا جائے تو انسان کا جسم رُوحانی گناہ کی متعدی مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اِس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے جیسے ٹی۔ بی ہسپتال میں کام کرنے والے ڈاکٹرز اور نرسز ہر وقت احتیاطی تدابیر اختیار کرتے

نظر آتے ہیں۔ ناک و منہ لپیٹ کر پھرتے اور حفاظتی دوائیاں استعمال کرتے رہتے ہیں تا وہ مُضر جراثیم کے حملہ سے محفوظ رہیں گویا ٹی۔بی کے مرض سے بچنے کے لئے ہمہ وقت ہوشیار رہتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ بدقسمتی سے کوئی بے احتیاطی ہو جائے یا کسی جسم کے اندر دفاعی نظام کمزور ہو تو وہ اس متعدّی مرض کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح رُوحانی دُنیا میں بھی جو لوگ تقویٰ کی راہ پر چلتے ہیں وہ گناہ سے کافی حد تک محفوظ رہتے ہیں لیکن جو خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی احتیاطی تدابیر پر عمل نہیں کرتے، نمازیں نہیں پڑھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، بُری صحبت سے پرہیز نہیں کرتے وہ اپنی غلطی کی وجہ سے گناہ کے متعدّی مرض کا شکار ہو کر رُوحانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک دوبارہ صحتمند نہیں ہو سکتے جب تک کسی رُوحانی ڈاکٹر مصلح، نبی یا صحبتِ صالحین میں آکر اپنی روحانی مرض کی تشخیص نہیں کراتے اور انہیں جو جو رُوحانی علاج بتائے جائیں ان پر عمل نہیں کرتے۔

ایک عقلمند انسان کی بھی یہی علامت ہے کہ وہ بیماری کی وباء یا اثرات ظاہر ہونے پر فوری علاج کرانے کے متعلق سوچتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ مومن چھوٹے سے گناہ کو بھی پہاڑ کی مانند خیال کرتا ہے اور فوراً علاج کے لئے سوچتا ہے مگر ایک فاجر آدمی گناہوں کے پہاڑ کو بس یوں خیال کرتا ہے کہ اس کی ناک پر ایک مکھی بیٹھی ہے اور اس نے اُسے اُڑا دیا ہو۔

پس گناہ سے بچنے کا یہی طریق ہے کہ انسان اپنے آپ کو کامل طور پر خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے تا وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آکر شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جائے اور شیطانی ذرائع اس پر قبضہ نہ جما سکیں۔

گناہ میں شیطان کا عمل دخل

قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جب آدمؑ پیدا ہوئے تو ان کی نافرمانی کی وجہ سے شیطان پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ اس پر شیطان نے کہا کہ اے خدا اگر تو نے آدمؑ کو قیامت تک کیلئے میرے اُوپر فضیلت دی ہے تو اس کے مقابلہ میں مجھے بھی مہلت دے کہ میں آدمؑ کی ذرّیت پر غلبہ حاصل کروں اور بنی آدم میں سے جو لوگ میرے ہتھے چڑھ جائیں میں انہیں اپنے قابو میں لاکر انہیں گمراہ کروں خدا تعالیٰ نے شیطان کو اس کی اجازت دی۔ فرمایا:-

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۴)

جاؤ ان میں سے جو اپنی مرضی سے تمہارے پیچھے چلے گا اس کو سزا دی جائے گی اور ان میں سے جس پر تیرا بس چلے اپنی آواز سے فریب دے کر اپنی طرف بلا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ لیکن میں یہ بتا دوں کہ جو بندہ میری طرف آنا چاہے گا تو اُسے کبھی اپنی طرف نہیں لے جا سکے گا۔

اِن آیات سے پتہ چلا کہ انسانی فطرت پاک ہے ورثہ کے طور پر گنہگار نہیں۔ اور انسانی فطرت کو بدی پر غالب آنے کی بھی طاقت حاصل ہے۔ شیطان نے یہ نہیں کہا کہ سارے انسان میرے قابو چڑھ جائیں گے بلکہ اس نے بھی کہا کہ اکثر انسانوں کو میں خراب کرنے کے لئے آزماتا رہوں گا جیسا کہ قرآن کریم اور بائیبل دونوں سے ظاہر ہے کہ شیطان نے آدم کو آزمایا۔

انسان پیدائشی طور پر گنہگار نہیں ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مہلت دے رکھی ہے کہ تم کوشش کرو ہم تمہیں روکتے نہیں۔ ہم نے انسان کو پیدا ہی اِس لئے کیا ہے کہ وہ تمہارا مقابلہ کرے اور اپنے اندر نیکی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ فطرتاً انسان نیک ہے۔ حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ۔ (بخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین)

یعنی ہر بچہ فطرتِ صحیحہ لے کر پیدا ہوتا ہے اور نیکی کی رُوح اپنے اندر رکھتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اسے تربیت دے کر کبھی یہودی بنا دیتے ہیں اور کبھی نصرانی اور کبھی مجوسی۔

دینِ حق کے برخلاف عیسائی مذہب کا یہ نظریہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے کیونکہ آدمؑ نے گناہ کیا اور اس کی وجہ سے اُسے سزا ملی۔ پھر گناہ کا ورثہ انسان کو فطرت میں ملا اور سب سے زیادہ گنہگار عورت ہے جس نے آدمؑ کو گناہ کرنے پر ورغلایا اِس لئے انسان اب گناہ سے نجات نہیں پا سکتا اِس کے لئے کفارہ کی ضرورت تھی جو مسیح نے پیش کیا اور انسان کا تمام گناہ اس نے اپنے سر اُٹھا لیا۔ گویا عیسائی تعلیم انسان کو پیدائشی طور پر شیطان کا غلام بن کر اِس دُنیا میں آنا بتاتی ہے اور پھر مسیح کے کفارہ پر ایمان لا کر گناہ سے بچنے کا ذریعہ بتاتی ہے۔ لیکن دینِ حق کہتا ہے کہ جب انسان کو پیدا ہی خدا نے کیا ہے اور اُسے اپنی صورت اور صفات پر پیدا کیا ہے۔ (بائیبل پیدائش باب آیت ۲۷ میں بھی یہی لکھا ہے "اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا") اور

اُسے فطرتِ صحیحہ دی ہے۔ پھر یقیناً انسان فطرتاً بدی پر غالب آنے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان پر غالب آنے کی طاقت رکھتا ہے تو پھر کسی کفارہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ فطرتِ صحیحہ کی مساعی اور توبہ اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا رحم نجات کے لئے کافی ہے ورنہ مسیح ناصریؑ جو بقول بائیبل خود خالصتاً گنہگار عورت سے پیدا ہوا وہ کس طرح گنہگاروں کا کفارہ بن سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ آدمؑ سے جو غلطی سرزد ہوئی وہ اجتہادی غلطی تھی اور اجتہادی غلطی انسان کے دل کو سیاہ نہیں کرتی اِس لئے کہ اس کا نقصان عارضی ہوتا ہے جو توبہ سے ختم ہو جاتا ہے مستقل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ۝ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۶)

ترجمہ:- اور ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک امر کی تاکید کی تھی مگر وہ بھول گیا اور ہم نے خوب جانچ لیا کہ اس نے دل میں ہمارا حکم توڑنے کے متعلق کوئی پختہ ارادہ نہیں کیا تھا۔ جب خدا تعالیٰ جو کہ عالم الغیب ہے وہ فرماتا ہے کہ آدمؑ سے غلطی بغیر ارادہ کے ہوئی تھی اور خدا نے اُسے معاف فرما دیا۔ ہماری روزمرّہ زندگی میں اگر کسی سے غلطی ہو جائے تو انسان دوسرے انسان کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات پر پیدا کیا گیا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کو یہ طاقت نہیں کہ وہ معاف کر دے؟ نہیں نہیں یقیناً خدا تعالیٰ معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ توّابٌ رّحیمٌ ہے۔

بائیبل بھی آدم کی غلطی کو اجتہادی غلطی ہی بتاتی ہے کہ شیطان نے آدمؑ سے کہا کہ تُو اس کام کو کر دے جو نیک کام ہے اس کے نتیجہ میں تجھے نیک اور بد کے پہچاننے کی طاقت مِل جائے گی۔ آدمؑ نے شیطان کے بیان سے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ شاید شیطان درست کہہ رہا ہے اور غلطی میں مبتلا ہو گیا۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ آدمؑ نے اِس اجتہادی غلطی کے بعد توبہ کی تو خدا تعالیٰ نے اُسے بخش دیا ورنہ اگر انسان نیک فطرت نہیں اور خدا اُسے بغیر کفارہ کے بخشنے پر قادر نہیں تو مسیحی تعلیم کے مطابق (نعوذ باللہ) انسانی فطرت کا خالق شیطان ٹھہرتا ہے نہ کہ خدا تعالیٰ، اور شیطان کو خدا تعالیٰ سے بھی زیادہ طاقتور ماننا پڑتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ بخش نہیں سکتا لیکن شیطان اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گیا۔

نجات کو توبہ کی بجائے کفّارہ کے عقیدہ سے ملزوم کرنا اس مذہب کی تنگ نظری کا ثبوت ہے کیونکہ ایسے اصول میں رواداری نظر نہیں آتی جبکہ دینِ حق کے فلسفۂ گناہ اور نجات میں دینِ حق کی وسیع النظری اور اعلیٰ رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ آیت ۶۳)

ترجمہ :- جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جو یہودی ہیں نیز نصاریٰ اور صابی (ان میں سے) جو (فریق) بھی اللہ اور یومِ آخرت پر (کامل) ایمان لایا ہے اور اس نے نیک عمل کئے ہیں یقیناً ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا (مناسب) اجر ہے اور انہیں نہ (تو مستقبل کے متعلق) کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ (ماضی پر) وہ غمگین ہوں گے۔

اصولی طور پر اسلام گناہ کی بخشش کے بارہ میں تنگ نظری کی تعلیم نہیں دیتا ہاں آگے بخشش کی درجہ بندیاں ہیں۔

مذہب میں امتحان اور آزمائش کیوں رکھی گئی ہے

دینِ حق اِس کا جواب یُوں دیتا ہے :-

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۨ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ (سورۃ الملک آیت ۲، ۳)

ترجمہ :- بہت برکت والا ہے وہ خدا جس کے قبضہ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر ایک ارادہ کے پُورا کرنے پر قادر ہے۔ اس نے موت اور زندگی کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ غالب اور بہت بخشنے والا ہے۔

پس مذہب میں آزمائش کا قانون خدا تعالیٰ نے اِس لئے بنایا تاکہ ایمان کا کوئی نیک نتیجہ نکالے اور ہمیں اس کے بدلہ میں انعامات دے کیونکہ آزمائش کے بغیر ایمان لانا ثواب کا موجب نہیں تھا۔

پس دینِ حق گنہگاروں کی ڈھارس بندھاتا ہے اور فرماتا ہے کہ خدا آزماتا بھی ہے اور گنہگاروں کی توبہ بھی قبول کرتا ہے بلکہ گنہگار بندے کی توبہ سے خدا تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے جیسے جنگل میں کسی کی سواری گُم ہو جائے تو وہ اس سواری کے دوبارہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔

مجالسِ انصاراللہ انڈونیشیا کی تعلیمی مساعی کے خوشکن نتائج

مرکزی ہدایات اور لائحہ عمل کی روشنی میں اب خدا تعالیٰ کے فضل سے بیرونی مجالسِ انصاراللہ بھی سرگرمِ عمل ہو کر ترقّی کی نئی راہوں کی طرف گامزن ہیں۔ اِس ضمن میں علم و معرفت کے حصول کے لئے اراکینِ انصاراللہ کے اندر مطالعہ کا ذوق وشوق پیدا کر کے سہ ماہی امتحانات کا اِنتظام اپنے ہاں قائم کر چکی ہیں اور اس تعلیمی پروگرام کے خوشکن نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ مثلاً مجلس انصاراللہ انڈونیشیا کے ناظمِ اعلیٰ مکرم ای۔ عبدالمنان صاحب اور معتمد عمومی جناب علی محیات صاحب نے اپنی ماہوار رپورٹ کارگزاری بابت ماہِ امان ۱۳۶۷ ہش (مارچ ۱۹۸۸ء) میں اطلاع دی ہے کہ شعبہ تعلیم کے امتحانی پروگرام میں انڈونیشیا کی ۳۰ مجالس کے ۳۵۳ انصار نے ذوق وشوق سے حِصّہ لیا۔ امتحان میں حصّہ لینے والے انصار کی یہ تعداد بہت حوصلہ افزاء ہے اور بہت سی پاکستانی مجالسِ انصاراللہ کے لئے بھی ایک نمایاں قابلِ تقلید مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عالمگیر مجلسِ انصاراللہ اپنے اراکین کے اندر خدمتِ بنی نوعِ انسان کے جذبہ کو ممکنہ انسانی حد تک بروئے کار لا کر خدا تعالیٰ کی رضا کی جنّتوں کے وارث بن کر مثالی زندگیاں استوار کریں۔ آمین ثمّ آمین۔

(قیادت تعلیم مجلسِ انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

ضمیمہ تحریک جدید اپریل ۸۸ء

گمشدگی رسید بک

مجلس انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد کی رسید بک نمبر ۳۵ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۸۸ء کو کہیں کھو گئی۔ رسید بک ایک بیگ میں تھی جو سائیکل سے گر پڑا۔ اگر کسی دوست کو بیگ یا رسید بک مل جائے تو وہ چوہدری عبدالغنی صاحب مکان نمبر ۷۰۳۔ پی پیپلز کالونی فیصل آباد یا دفتر انصاراللہ مرکزیہ ربوہ پہنچا کر ممنون فرماویں نیز اس رسید بک پر کوئی چندہ ادا نہ کیا جائے۔

(قائد مال مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

اداریہ ________ (بقیہ صفحہ ۴)

"دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے مرتبہ اور سرداری کی محبت نکل چکی ہو اور جن کا مطلب و مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملتِ اسلام کی تائید و تقویت ہو۔ طلب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا اور اختلافی باتیں درمیان میں لائے گا اور اس روش کو بادشاہ کی نزدیکی کا ذریعہ بنائے گا اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار ہوگی ...... اللہ سبحانہٗ کی اس سے پناہ اور علماءِ سُوء کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ!"

(مکتوبات امام ربانی مترجم دفتر اوّل حصہ دوم صفحہ ۵۳)

چنانچہ اکثریت ہمیشہ یہ نعرہ لگاتی ہے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ اور ان کو ختم کرنے کے درپے ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بھی اقلیت کے دلوں کو اِس پُر رعب آواز سے ڈھارس بندھاتا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ

ع	دیکھ عبرت کے سماں اے دیدۂ وا

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہیں۔

تحریکِ وقفِ نَو

> آئندہ دو سال کے اندر جس کو بھی جو اولاد نصیب ہو گی وہ اُسے خدا کے حضور پیش کر دے گا۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مکرم امیر صاحب ضلع ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے آپ بفضلِ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں گے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۔اپریل ۱۹۸۷ء میں "وقفِ نَو" کی تحریک فرمائی تھی۔ اِس تحریک کی اہمیّت کو واضح کرنے کے لئے مجلسِ مشاورت میں بھی تجویز رکھی گئی تھی جس کے بارہ میں سفارشات حضور کی خدمت میں بغرض منظوری بھجوا دی گئی ہیں۔

آنمکرم کو آپ کے ضلع کی جماعتوں میں تقسیم کرنے کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا خطبہ دے دیا تھا اُمید ہے آپ نے یہ جملہ جماعتوں میں تقسیم کروا دئے ہوں گے۔ براہِ کرم آپ اِس بات کا جائزہ لے کر مطلع فرمائیں کہ :-

۱۔ آیا تمام جماعتوں میں یہ تحریک صحیح رنگ میں پہنچ چکی ہے۔

۲۔ آپ کے ضلع میں اب تک کی کارگزاری اور مطلوبہ نتائج سے مطلع فرمائیں۔ جن احباب کی طرف سے ایسی درخواستیں براہِ راست حضور پُرنور کی خدمت میں بھجوائی گئی ہوں ان کی ایک نقل دفتر ہٰذا کو برائے تکمیل ریکارڈ بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

۳۔ براہِ کرم اِس بات کی تسلّی کر لیں کہ حضور کے مندرجہ بالا خطبہ (۸۷/۴/۳) آپ کے ضلع کی تمام جماعتوں تک پہنچ چکے ہیں۔ جن جماعتوں تک ابھی نہ پہنچے ہوں ان کی تعداد سے مطلع فرمائیں تا اس کا انتظام کیا جا سکے۔

مجلس مشاورت کی سفارشات حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بعد آپ کی خدمت میں بغرض تعمیل بھجوا دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ والسّلام

خاکسار

وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ

وہ خوش ہو جائے

" سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح افتاں خیزاں اس کی رضا کے دروازے تک اپنے تئیں پہنچاؤ اور اگر یہ بھی نہیں تو مُردہ کی طرح اپنے اُٹھائے جانے کا ذریعہ صدقہ خیرات کی راہ سے پیدا کرو۔ نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ آج محض زبانی لاف وگزاف سے تم پار نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقوای کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکرِ الٰہی کی جگہ بناؤ۔ اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دُور کرو۔ بے جاکینوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اِس کے کہ وہ قوت آوے کہ انسانوں کو دیوانہ سا بنا دے بے قراری کی دعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ۔ عجب بدبخت وہ لوگ ہیں کہ جو مذہب صرف اِس بات کا نام رکھتے ہیں کہ محض زبان کی چالاکیوں پر سارا دارومدار ہو اور دِل سیاہ اور ناپاک اور دُنیا کا کیڑا ہو..... سو تقوای سے پُورا حِصّہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔"

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۷۴، ۷۵)

○